شہید بے نظیر بھٹو مفت نصابی کتب کا سلسلہ
آسان اُردُو
(نویں اور دسویں جماعتوں کے لیے)
بک بورڈ
514687

آسان اُردو

نویں اور دسویں جماعتوں کے لیے
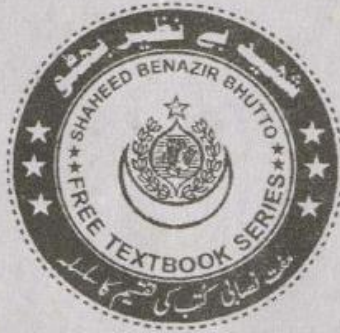
طبع کنندہ:

مائٹی ڈیلز، کراچی۔

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو، سندھ

منظور شدہ: وفاقی وزارتِ تعلیم (شعبۂ نصاب) اسلام آباد،

نصابی کتاب برائے مدارس صوبۂ سندھ

نگرانِ اعلیٰ: آغا سہیل احمد

چیئرمین، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جام شورو

نگراں: ناہید اختر

مؤلفین: ڈاکٹر اسلم فرّخی

ڈاکٹر عبدالحق خاں حسرت کاسگنجوی

ساقی جاوید

محمّد ناظم علی خاں ماتلوی

مدیران: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

ڈاکٹر عبدالحق خاں حسرت کاسگنجوی

محمّد ناظم علی خاں ماتلوی

کمپیوٹر گرافکس: بختیار احمد بھٹو

مطبع: مائٹی ڈیلز، کراچی۔

تشکر

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو

مندرجہ ذیل مصنفین، ورثاء اور اداروں کا شکر گزار ہے کہ انھوں نے اس مجموعہ میں اپنے کاپی رائٹ مضامین کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

مصنفین: ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، مختار مسعود، آغا محمّد اشرف، علی ناصر زیدی۔

ورثاء: خواجہ حسن نظامی، سر سیّد احمد خان، ڈپٹی نذیر احمد۔

ادارے: اردو اکیڈمی سندھ، کراچی برائے مضامین: رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر مولوی عبدالحق، علامہ سیّد سلیمان ندوی، ہمدرد فاؤنڈیشن، کراچی برائے مضمون: حکیم محمّد سعید

فہرست

حصّۂ نثر

حصۂ نظم

حصّۂ نثر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

علامہ سید سلیمان ندویؒ

حق کا پیغام

جس تعلیم کو لے کر ہمارے حُضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھیجے گئے، اس کا نام "اسلام" تھا۔ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ اپنے کو خدا کے سُپرد کر دیں اور اس کے حکم کے سامنے اپنی گردن جُھکا دیں۔ اس اسلام کو جو مان لیتا تھا، اس کو مسلم کہتے تھے۔ یعنی خدا کے حکم کو ماننے والا، اس کے مطابق چلنے والا اور اب ہم اس کو اپنی زبان میں مسلمان کہتے ہیں۔

اسلام کا سب سے پہلا حکم یہ تھا کہ اللہ ایک ہے۔ اس کی خدائی میں کوئی اس کا ساتھی اور ساجھی نہیں۔ زمین سے آسمان تک اُسی ایک کی سلطنت ہے۔ سورج اُسی کے حکم سے نکلتا اور ڈوبتا ہے۔ آسمان اُس کے فرمان کے تابع اور زمین اس کے ایک اشارے کی پابند ہے۔ پَھل، پُھول، دَرخت، اناج سب اُسی نے اگائے ہیں۔ دریا، پہاڑ، جنگل، سب اُسی نے بنائے ہیں۔ نہ اُس کے کوئی اولاد ہے، نہ بیوی، نہ باپ ہے۔ نہ اُس کا ہمسر و مقابل ہے۔ سب دُکھ درد اور رنج و غم وہی دیتا ہے اور وہی دُور کرتا ہے۔ ہر خیر وخوشی اور نعمت وہی دیتا ہے، وہی چھین سکتا ہے۔ اسلام کے اس عقیدے کا نام توحید ہے اور یہی اسلام کے کلمے کا پہلا جزو ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی اللہ کے سوا کوئی پوجے جانے کے قابل نہیں اور نہ اس کے سوا کسی اور کا حکم چلتا ہے۔

اللہ نے آسمان اور زمین کے کاموں کو وقت پر قاعدے سے انجام دینے کے لیے بہت سی ایسی مخلوق بنائی ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتی ہیں۔ یہ فرشتے ہیں جو رات دن اللہ کے حکموں کو بجالانے میں لگے رہتے ہیں۔ ان ، خود کسی قسم کی کوئی طاقت نہیں ہے، جو کچھ ہے وہ اللہ کے فرمانے ۔ ہے، یہ اسلام کے عقیدے کا دوسرا جزو ہے۔ تیسرا یہ کہ اللہ کے جتنے رسول آئے ہیں وہ سب سچّے اور خدا کے بھیجے ہوئے ہیں اور سب کی تعلیم ایک ہی تھی۔ سب سے پیچھے دنیا کے آخری رسول ہمارے پیغمبر محمّد رسول اللہ ﷺ آئے ہیں۔

چوتھا یہ ہے کہ رسولوں کی معرفت اللہ کی جو کتابیں توراۃ، انجیل، زبور، قرآن وغیرہ آئی ہیں، وہ سب سچّی ہیں۔ پانچواں یہ کہ مرنے کے بعد ہم پھر جی اُٹھیں گے اور خدا کے سامنے حاضر کیے جائیں گے اور وہ ہم کو ہمارے کاموں کا بدلہ دے گا۔

یہی پانچ باتیں اسلام کا اصل عقیدہ ہیں جن پر مسلمان یقین رکھتا ہے۔

مشق
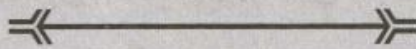
(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱۔ اسلام کے معنی کیا ہیں؟

۲۔ اسلام کا سب سے پہلا حکم کیا ہے؟

۳۔ وہ کون سی پانچ باتیں ہیں جو اسلام کا اصل عقیدہ ہیں؟

(ب) اس سبق میں نیچے لکھے ہوئے لفظوں کے واحد استعمال کیے گئے ہیں، آپ ان کو تلاش کیجیے:

۱- احکام ۲- اقسام ۳- انوار

۴- اوقات ۵- عقائد

(ج) خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

ہمسر - مخلوق - نعمت - آخری - مرنے

۱- اللہ ہی ہمیں ہر قسم کی ________ دیتا ہے۔

۲- اللہ کا کوئی ________ نہیں ہے۔

۳- فرشتے بھی اسی کی ________ ہیں۔

۴- ________ کے بعد ہم پھر زندہ کیے جائیں گے۔

۵- اللہ کے ________ رسول محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

(د) آپ مندرجہ ذیل ناموں یا اسموں پر غور کیجیے:

۱- میز - باغ - سپاہی - قینچی - بازار - لڑکا

۲- انجیل - شالامار - احمد - کراچی - سلمیٰ - جہلم

آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ جُز (الف) میں جو اسم ہیں وہ عام چیزوں یا جگہوں یا شخصوں کے نام ہیں۔ ان کو ہم اسمِ عام کہتے ہیں۔ جُز (ب) میں جو اسم ہیں وہ خاص چیزوں یا جگہوں یا شخصوں کے نام ہیں۔ ان کو ہم اسمِ خاص کہتے ہیں۔

آپ ان لفظوں میں سے اسمِ عام اور اسمِ خاص چُن کر الگ الگ لکھیے:

درخت - دریا - کتاب - محمدؐ - زبور - قرآن - رسول - ہل - پھول
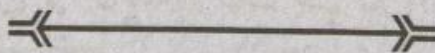
جاؤ، آج تم سب آزاد ہو

رمضان ۸/ ہجری میں مکّہ فتح ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس شہر میں جہاں کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعوت کو ٹھکرا دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ کو طرح طرح سے ستا کر ہجرت کر جانے پر مجبور کر دیا تھا، اس شان سے داخل ہوئے کہ دس ہزار جاں نثاروں کا لشکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص کعبے میں پناہ لے گا اسے کچھ نہیں کہا جائے گا، جو اپنے گھر کے دروازے بند کر کے بیٹھ جائے گا وہ بھی محفوظ رہے گا اور جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے گا، وہ بھی محفوظ ہو گا۔ یہ ابوسفیان وہی تھے جو اسلام کے سخت دشمن تھے، جنھوں نے مدینے پر بار بار حملہ کیا، عربوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی۔ مگر اب وہ کچھ دیر پہلے ایمان لے آئے تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی ساری پچھلی باتیں بھلا دیں تھیں اور ان کو یہ عزت دی تھی کہ ان کے گھر کو کافروں کے لیے پناہ گاہ بنا دیا تھا۔

حُضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکّے میں داخل ہو کر سیدھے بیت اللہ شریف پہنچے۔ وہاں جو بُت رکھے تھے، اُن کو گرایا، پھر خانۂ کعبہ میں داخل ہوئے، وہاں دیواروں پر جو تصویریں تھیں اُنھیں مِٹوایا، جو بُت رکھے تھے ان کو نکلوایا۔

اس کے بعد حُضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں سے خِطاب کیا۔ خطبے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجمع کی طرف دیکھا۔ بڑے بڑے کافر موجود تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جنھوں نے حُضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت میں دن رات ایک کر دیے تھے، اسلام کو مٹانے میں کوئی کسر نہ رکھی تھی، مسلمانوں کو ایذائیں پہنچائی تھیں، طرح طرح سے ظلم کیے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں ناگوار باتیں کہی تھیں، ان میں وہ بھی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ کو شہید کیا تھا اور خُود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کے خون سے ہاتھ رنگے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سب کی طرف دیکھا اور پھر پوچھا:

"اے قریش کے لوگو! آج تم مجھ سے کس قسم کے برتاؤ کی توقع رکھتے ہو؟"

لوگوں نے ایک زبان ہو کر کہا:

"ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھلے برتاؤ کی توقع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے شریف بھائی ہیں، شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔"

حُضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو دونوں جہاں کے لیے رحمت تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"جاؤ آج تم سب آزاد ہو۔"

کافروں میں سے ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف بڑھا تو رعب سے اس کا بدن کانپنے لگا اور اس کے قدم لڑکھڑانے لگے۔

آپ ﷺ نے دیکھا تو درد بھرے لہجے میں فرمایا:
"ڈرو نہیں، میں بھی قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں، کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔"

مشق
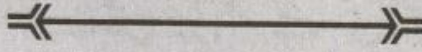
(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱۔ فتحِ مکّہ سے پہلے کافر مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا کرتے تھے؟

۲۔ فتحِ مکّہ کے بعد حُضور اکرم ﷺ نے کیا اعلان فرمایا تھا؟

۳۔ فتحِ مکّہ کے بعد جب حُضور ﷺ بیت اللہ شریف پہنچے تو کیا کیا؟

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ کے متضاد لکھیے:

دشمن۔ سخت۔ محفوظ۔ عزّت۔ مخالف۔ ظلم

(ج) مندرجہ ذیل الفاظ کے واحد لکھیے:

صحابہ۔ کُفار۔ ایذائیں۔ توقعات۔ فتوحات

(د) حُضور اکرم ﷺ کی رحم دلی کا کوئی اور واقعہ لکھیے۔

(ہ) اپنے چھوٹے بھائی کو ایک خط لکھیے۔ اسے ایسی باتیں بتائیے جن سے انسان کو بچنا چاہیے۔
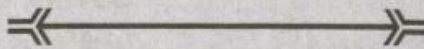
پاکستان سے محبّت

دنیا میں ایسا کون سا شخص ہو گا جو اپنے گھر سے محبّت نہ کرتا ہو، اسے خوب صورت اور خوش حال دیکھنا نہ چاہتا ہو، اس کی بقا اور سلامتی کا آرزو مند نہ ہو اور اس کی آن پر جان دینے کا جذبہ اپنے دل میں نہ رکھتا ہو۔ پاکستان ہمارا گھر ہے اور ہم سب جو اس میں رہتے ہیں اس گھر کے افراد ہیں۔

ہمیں اپنی تاریخ کے وہ دن یاد ہیں جب ہم بابائے قوم قائدِ اعظمؒ کی رہنمائی میں پاکستان کے حُصول کے لیے جدوجہد کر رہے تھے اور اپنے گھر بار، جان و مال اور سکھ چین سے بے نیاز ہو، سروں سے کفن باندھ کر میدان میں نکل آئے تھے اور شہر شہر، گاؤں گاؤں یہی نعرہ گونج رہا تھا "لے کے رہیں گے پاکستان - بن کے رہے گا پاکستان"۔ دنیا نے دیکھا کہ ہماری جدّوجہد اور ہماری قربانیاں رائگاں نہیں گئیں۔ ہمارے عزم و یقین نے ناممکن کو ممکن بنا دیا اور ہم نے پاکستان حاصل کر لیا۔

پاکستان کے قیام کے بعد ہم سب نے اس کی تعمیر و ترقّی میں حصّہ لیا ہے۔ ہمارے مجاہدوں نے اس کی سرحدوں کی حفاظت کی ہے، ہمارے مزدور اور کسانوں نے اپنا پسینہ بہا کر اسے خوش حالی دی ہے، ہمارے ہنر مندوں، استادوں اور لکھنے والوں نے اپنی ہنر مندی، علم اور فکر سے اس

کی تقدیر چمکائی ہے۔

ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ پاکستان دنیا کا وہ واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے۔ اسلام ہمارے اِتّحاد اور قوّت کی سب سے بڑی ضمانت ہے۔ ہمارے لیے اسلام کی محبّت اور وطن کی محبّت کوئی الگ الگ باتیں نہیں۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے وطن کی بقا اور سلامتی کے لیے اپنے دین کی رَسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ جب تک یہ ہمارے ہاتھوں میں ہے، ہم نہ کبھی ٹوٹ سکتے ہیں اور نہ بکھر سکتے ہیں۔

زندہ قومیں کبھی اپنے ماضی سے رشتہ نہیں توڑتیں۔ وہ اپنے ماضی سے قوّت اور توانائی حاصل کرتی ہیں۔ اپنے حال کو بناتی اور سنوارتی ہیں اور روشن مستقبل کی طرف بڑھتی ہیں۔ اس لیے ہم یومِ پاکستان، یومِ استقلال، یومِ دفاع، قائدِ اعظمؒ کا یومِ پیدائش اور یومِ وفات، علامہ اقبالؒ کا یومِ ولادت اور یومِ وفات اور قائدِ ملتؒ کا یومِ شہادت بڑے جوش اور جذبے سے مناتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنے محسنوں اور اپنے جاں نثاروں کو یاد کرتے ہیں۔ اپنے اس عہد کو دہراتے ہیں کہ ہم اپنے وطن سے محبّت کریں گے، اس کے لیے ہر قسم کی قربانی دیں گے، اسے عظیم سے عظیم تر بنائیں گے اور اس کے پرچم کو ہمیشہ سربلند رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑا خوب صورت ملک دیا ہے۔ کہیں اُونچے اُونچے پہاڑ اور ان کی برف پوش چوٹیاں ہیں، کہیں اُچھلتے کُودتے چشمے ہیں، کہیں

لہراتے بَل کھاتے دریا ہیں، کہیں ہرے بھرے جنگل ہیں، کہیں سرسبز وشاداب کھیت اور میدان ہیں اور کہیں سمندر اور اس کے خوب صورت کنارے ہیں۔ اس ملک میں مختلف رنگ روپ کے لوگ رہتے سہتے ہیں جن کی بود وباش کے طریقے مختلف ہیں اور جو مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ لیکن یہ سب ایسے ہی ہیں جیسے ایک باغ کے رنگ برنگے پھُول۔ باغ سے کوئی علیٰحدہ نہیں، سب کے رنگ مل کر باغ کے حسن کو چمکاتے اور سب کی خوشبوئیں مل کر باغ کو مہکاتی ہیں۔

آیئے ہم سب مل کر عہد کریں کہ ہم سب پاکستان سے محبّت کریں گے، اس کے لیے محنت کریں گے، اس کے لیے قربانی دیں گے اور دنیا کو دکھادیں گے کہ

زندہ ہے ہماری قوم کا دل، روشن ہے ہمارا مستقبل

مشق
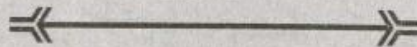
(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱۔ ہم اپنے گھر سے کیوں محبت کرتے ہیں؟

۲۔ ہم نے پاکستان کس طرح حاصل کیا؟

۳۔ ہم اپنے قومی دن جوش و خروش سے کیوں مناتے ہیں؟

۴۔ ہمیں اپنے وطن پاکستان سے اپنی محبّت کا اظہار کس طرح کرنا چاہیے؟

(ب) ذیل کے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

مسائل-عہد-قربانی-جذبہ-آن-علامت

(ج) ترّقی-تجدِید-منزِل-دَانشوَر

آپ مندرجہ بالا الفاظ کے تلفظ پر غور کیجیے۔ آپ محسوس کریں گے کہ کسی لفظ کا صحیح تلفّظ ادا کرنے کے لیے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کس حرف پر زَبر کی حرکت ہے، کس حرف کے نیچے زِیر کی حرکت ہے، کس حرف پر پیش کی حرکت ہے، کس حرف پر سکون یا جزم ہے اور کس پر تشدّید ہے۔ ان کو اعراب کہتے ہیں۔

اب آپ مندرجہ ذیل الفاظ پر اعراب لگائیے:

محنت-محبّت-استقلال-دفاع-اِتّحاد-نفاق۔
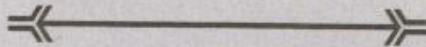
حضرت عُمر بن عبدالعزیزؒ

ایک بڑی اسلامی حکومت کا حاکم موت کے قدموں کی چاپ سُن رہا تھا۔ موت لمحہ لمحہ قریب آرہی تھی۔ اس کا ولی عہد اور جوان بیٹا اس کی زندگی میں ہی مر گیا تھا۔ دوسرے بیٹے بہت چھوٹے تھے۔ مرتے ہوئے بادشاہ نے کہا کہ میرے بیٹوں کو شاہی لباس پہنا کر اور تلواریں لگا کر میرے سامنے لاؤ۔ بچے اتنے چھوٹے تھے کہ وہ اپنے لباس بھی نہیں سنبھال سکتے تھے، تلواریں تو بہت بھاری تھیں۔ بادشاہ نے حسرت اور افسوس سے کہا ___ "ہائے میری نامرادی۔ کامیاب وہ ہے جس کے بیٹے بڑے ہوں"۔ ایک نوجوان قریب کھڑا تھا۔ اُس نے کہا۔ "اے مسلمانوں کے سردار! آپ ناکام نہیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ جس نے اپنے ربّ کا نام لیا اور نماز پڑھی وہ کامیاب ہوا"۔

یہ سن کر مرتے ہوئے حکمران کو سکون حاصل ہوا اور اس نے اسی نوجوان کو اپنا جانشین نام زد کیا۔ وہ حکمران تھا خلیفہ سلیمان بن عبدالملک اور وہ نوجوان تھا عُمر بن عبدالعزیزؒ۔

جب عُمر بن عبدالعزیزؒ کو معلوم ہوا کہ وہ خلیفہ نام زد کیے گئے ہیں، تو انھوں نے اپنے اللہ سے کہا کہ میرے مالک! مجھے قوّت دے کہ میں اس بوجھ کو سنبھال سکوں۔ ویسے وہ سلطنت کے کاموں سے خوب واقف

تھے۔ وہ مدینے کے گورنر رہ چکے تھے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کے ہر آدمی سے انھیں محبّت تھی۔ خدمت ان کا طریقہ اور خوش اخلاقی ان کی عادت تھی۔

حضرت عُمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بننے سے پہلے بڑی شاندار زندگی بسر کرتے تھے۔ قیمتی سے قیمتی خوشبوئیں استعمال کرتے، اعلیٰ درجے کے کپڑے پہنتے تھے۔ بہترین کپڑا بھی سامنے آتا تو کہتے۔ "کیا اس سے اچھا کپڑا تمہارے پاس نہیں؟ یہ تو بہت معمولی ہے"۔ اور خلیفہ بننے کے بعد ایسی تبدیلی آگئی کہ جب بہت معمولی کپڑا آپ کو پیش کیا جاتا تو کہتے۔ "بھئی، یہ تو بہت اچھا ہے۔ کیا اس سے کم قیمت کپڑا نہیں ملا؟"

خلیفہ بنتے ہی آپ نے وہ تمام قیمتی چیزیں مسلمانوں کے خزانے میں جمع کرادیں جو سلیمان بن عبدالملک کے استعمال میں تھیں۔

حضرت عُمر بن عبدالعزیزؒ نے اس طرح حکومت کی کہ لوگوں کو خلفائے راشدین کا زمانہ یاد آگیا۔ آپ رات کو شہر کے گشت کے لیے نکلتے تو پہرہ داروں کو حکم تھا کہ وہ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہ ہوں۔ کوشش کرتے تھے کہ اپنے ملازموں کو پہلے خود سلام کریں۔

سرکاری چیزوں کے استعمال میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک رات سرکاری چراغ کی روشنی میں کام کر رہے تھے کہ کوئی دوست کسی ذاتی کام سے ملنے آگیا۔ آپ نے چراغ بُجھا کر، اندر سے ذاتی چراغ منگوالیا اور پھر دوست سے باتیں شروع کیں۔

سادگی کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی آپ کے پاس ایک ہی کُرتا ہوتا۔
ایک بار آپ کو جمعہ کی نماز کے لیے پہنچنے میں دیر ہوگئی۔ مسلمانوں کا خلیفہ جمعہ کی نماز میں امامت خود کرتا تھا۔ لوگوں نے دیر ہونے پر اعتراض کیا۔ عاجزی سے جواب دیا۔ "بھائیو، میرے پاس یہی ایک کُرتا ہے۔ سوکھنے میں دیر ہوئی، آئندہ خیال رکھوں گا۔"

حضرت عُمر بن عبدالعزیزؒ اپنے حاکموں پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ کے بندوں سے غافل نہ ہوتے اور اس سلسلے میں اللہ سے ڈرتے رہتے۔ آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کی گواہی ہے کہ آپ اللہ کے خوف سے اپنے بستر میں کسی چڑیا کی طرح یوں لرزتے جیسے دم گُھٹ رہا ہو۔

جب خلیفہ ایسا ہو تو ظاہر ہے کہ دوسرے حاکموں کو بھی انسان کی خدمت میں مزا آنے لگتا ہے یا مجبوراً اس کی تقلید کرنی پڑتی ہے اور عُمر بن عبدالعزیزؒ تو ہر معاملے سے واقفیت رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورا معاشرہ اسلامی رنگ میں رنگ گیا۔

حضرت عُمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت عُمر فاروقؓ کے پَر نواسے تھے۔ آپ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۱ھ میں اپنے پیدا کرنے والے سے ملے۔ آپ نے کل چالیس سال کی عمر پائی، لیکن اپنا نام ہمیشہ کے لیے چھوڑ گئے۔ تم سے کوئی پوچھے کہ کیا دریا کی موجوں پر اپنا نام لکھا جاسکتا ہے؟ تم کہوگے "نہیں۔" مگر عُمر بن عبدالعزیزؒ جیسے لوگ وقت کے دریا کی موجوں پر اپنا نام لکھ جاتے ہیں اور وہ باقی رہتا ہے۔

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- خلیفہ سلیمان بن عبدالملک اپنی موت کے وقت کس بات پر افسوس کر رہا تھا؟

۲- ایک نوجوان عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس سے کیا کہا؟

۳- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلا کام کیا کیا؟

۴- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِ خلافت اسلام کا سنہری دَور کیوں مانا جاتا ہے؟

۵- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زندگی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

(ب) ذیل کے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

گشت - تقلید - حسرت - سکون - نامرادی

(ج) ۱- میری دوات کہاں ہے؟ ۲- میں نے نیا قلم خریدا ہے۔

آپ نے مندرجہ بالا جملوں میں پڑھا کہ ہم نے "دوات" کو مؤنث اور "قلم" کو مذکّر استعمال کیا ہے حالاں کہ ان میں مذکّر یا مؤنث ہونے کی کوئی علامت نہیں۔ اردو زبان میں ہزاروں ایسے لفظ ہیں جن میں سے ہم کسی کو مذکّر استعمال کرتے ہیں اور کسی کو مؤنث۔ اب مندرجہ ذیل الفاظ میں سے مذکّر اور مؤنث علیٰحدہ کر کے لکھیے:

سلطنت - قدم - لباس - نماز - قوّت - سکون - خزانہ - چراغ - کوشش - امامت - عاجزی

سر سیّد احمد خان
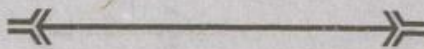
تعصّب

انسان کی بد ترین خَصلتوں میں سے تعصّب بھی ایک بد ترین خَصلت ہے۔ یہ ایسی بد خَصلت ہے کہ انسان کی تمام نیکیوں اوراس کی تمام خوبیوں کو غارت اور برباد کرتی ہے۔ متعصّب گو اپنی زبان سے نہ کہے مگر اس کا طریقہ یہ بات جتلاتا ہے کہ عدل وانصاف کی خَصلت جو عمدہ ترین خصائلِ انسانی سے ہے، اس میں نہیں ہے۔ متعصب اگر کسی غلطی میں پڑتا ہے تو اپنے تعصّب کے سبب اس غلطی سے نکل نہیں سکتا، کیوں کہ اس کا تعصّب اس کے بر خلاف بات کے سننے اور سمجھنے اوراس پر غور کرنے کی اجازت نہیں دیتااور اگر وہ کسی غلطی میں نہیں ہے، بلکہ سچّی اور سیدھی راہ پر ہے تو اس کے فائدے اوراس کی نیکی کو پھیلنے اورعام ہونے نہیں دیتا کیوں کہ اس کے مخالفوں کواپنی غلطی پر مُتنبہ ہونے کا موقع نہیں ملتا۔

تعصّب انسان کو ہزار طرح کی نیکیوں کے حاصل کرنے سے باز رکھتا ہے۔ اکثر دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی کام کونہایت عمدہ اور مفید سمجھتا ہے مگر صرف تعصّب سے اس کو اختیار نہیں کرتااور دیدہ دانستہ بُرائی میں گرفتار اور بھلائی سی بیزار رہتا ہے۔

ہنر، فن اور علم ایسی عمدہ چیزیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک چیز کو

نہایت اعلیٰ درجے تک حاصل کرنا چاہیے۔ مگر متعصب اپنی بدخَصلت سے ہر ایک ہنر، فن اور علم کے اعلیٰ درجے تک پہنچنے سے محروم رہتا ہے۔

مجھ کو اپنے ملک کے بھائیوں پر اس بات کی بدگمانی ہے کہ وہ بھی تعصّب کی بدخَصلت میں گرفتار ہیں اور اس سبب سے ہزاروں قسم کی بھلائیوں کے حاصل کرنے سے اور دنیا میں اپنے تئیں ایک معزّز قوم کو دکھانے سے محروم اور ذلت وخواری اور بے علمی اور بے ہنری کی مصیبت میں گرفتار ہیں اور اس لیے میری خواہش ہے کہ وہ اس بدخَصلت سے نکلیں اور علم وفضل اور ہنر وکمال کے اعلیٰ درجے تک پہنچیں۔

دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس نے خود ہی تمام کمالات اور تمام خوبیاں اور خوشیاں حاصل کی ہوں، بلکہ ہمیشہ ایک قوم نے دوسری قوم سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ مگر مُتعصب شخص ان نعمتوں سے بدنصیب رہتا ہے۔

اس کی مثال ایک ایسے جانور کی ہوتی ہے جو اپنے ریوڑ میں ملا رہتا ہے اور نہیں جانتا کہ اس کے ہم جنس کیا کر رہے ہیں؟ بُلبل کیا چہچہاتی ہے اور قُمری کیا غُلّ مچاتی ہے۔ بَیا کیا بُن رہا ہے اور مکّھی کیا چُن رہی ہے۔
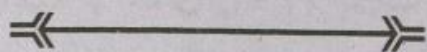
مشق

درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے

(الف) تعصّب کے نقصانات بیان کیجیے۔

(ب) خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

محروم - فائدہ - حاصل - جانور

۱۔ تعصّب انسان کو نیکیوں کے ______ کرنے سے باز رکھتا ہے۔

۲۔ دنیا کی ہر قوم دوسری قوموں سے ______ اُٹھاتی ہے۔

۳۔ مُتعصّب علم کے اعلیٰ درجے تک پہنچنے سے ______ رہتا ہے۔

۴۔ مُتعصّب کی مثال ایک ______ کی سی ہے۔

(ج) ان الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

ہنر - علم - انصاف - ترقّی - اخلاق

(د) کم از کم پانچ ایسی باتیں بتائیے جن سے انسان کو بچنا چاہیے۔

(ہ) آپ مندرجہ ذیل جملوں پر غور کیجیے:

۱۔ اس نے کتاب پڑھی۔ ۲۔ وہ کتاب پڑھتا ہے۔

آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ پہلے جملے میں فعل ماضی استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن دوسرے جملے میں فعل حال ہے۔

آپ بھی مندرجہ ذیل جملوں کو ماضی سے حال میں تبدیل کر کے لکھیے:

۱۔ اس کا بھائی ڈاکٹر تھا۔

۲۔ انھوں نے ایک مکان تعمیر کیا۔

۳۔ ہم نے اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کی۔

۴۔ آپ یہاں بیٹھے کیا کر رہے تھے؟

۵۔ وہ کتاب پڑھ چکا تھا۔

ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاں

وطن کی خاطر

پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۴ء سے پہلے لیبیا میں تُرکی کی حکومت تھی۔ اُس زمانے میں اس حکومت کو خلافتِ عثمانیہ کہا جاتا تھا۔ اٹلی کی حکومت نے ملک گیری کی ہوَس میں لیبیا کے شہر طرابلس پر حملہ کر دیا۔ اس کے جواب میں لیبیا کے مسلمان، دشمن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پورے ملک کی فضا اِن نعروں سے گونج اُٹھی:

وطن کی محبّت، ایمان کا جزو ہے۔

ہمارا وطن خدا کی امانت ہے۔

وطن کا دِفاع کرو۔

غیر کی محکومی، غلامی ہے۔

حق کی حفاظت کے لیے جہاد فرض ہے۔

حق کے لیے جان دینا شہادت ہے۔

شہادت سے ہمیشہ کی زندگی ملتی ہے۔

ان نعروں نے پورے ملک میں جہاد کے لیے ولولہ پیدا کر دیا۔ دُور دُور سے عربوں کے قبیلے آ آ کر جمع ہونے لگے۔ ان میں مَردوں کے علاوہ خواتین بھی تھیں۔ میدانِ جنگ میں مرد، دشمنوں سے لڑتے اور خواتین، زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری کرتیں۔ ان خواتین کے ساتھ ایک بچّی

فاطمہ بنتِ عبداللہ بھی تھی۔ اُس نے زخمیوں کو پانی پلانے کی ذمے داری قبول کی تھی۔

ایک دن جنگ زوروں پر تھی۔ مشین گنوں سے گولیوں کی بارش ہو رہی تھی۔ توپیں آگ اُگل رہی تھیں۔ جگہ جگہ لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ مجاہدین بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ فاطمہ کے کندھے پر مشک اور ہاتھ میں پیالہ تھا۔ جو مجاہد زخم کھا کر گرتا، یہ بچّی بجلی کی طرح لپک کر اُس کے پاس پہنچتی اور اپنے ننھے ہاتھوں سے پانی پلاتی۔ ایک ترک افسر نے جو اُسے دیکھا تو چیخ کر کہا۔ "او بچی! نکل جا، جانتے بُوجھتے موت کے منہ میں جا رہی ہے۔ دیکھتی نہیں، گولیوں کی بارش ہو رہی ہے۔"

فاطمہ نے کہا: "میرے وطن کی حفاظت کرنے والے مجاہد زخمی ہو رہے ہیں۔ اُن کے حلق، پیاس سے خشک ہو رہے ہیں۔ اُنھیں پانی پلانا میرا فرض ہے۔ میں اپنا فرض چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ میں موت سے نہیں ڈرتی۔" یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہو گئی۔

شام ہونے کو تھی لیکن جنگ کا زور نہیں ٹوٹا تھا۔ موقع پاتے ہی مجاہدین دشمن کی فوج میں گھس پڑے اور اُن کی صفیں اُلٹ کر رکھ دیں۔ زخمی مجاہد، زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ وہاں فاطمہ نہ معلوم کس طرح پہنچ گئی۔ وہ زخمی مجاہدوں کو پانی پلانے کی دُھن میں تھی۔ اُس نے ایک زخمی کے منہ میں پانی کی مشک لگا دی۔ اُس کے حلق سے ابھی تھوڑا سا پانی بھی

نہیں اُترا تھا کہ ایک دشمن نے اُس کی چادر پکڑ لی۔ فاطمہ نے چھڑانی چاہی لیکن وہ چھڑا نہ سکی۔ پاس ہی ایک زخمی مجاہد کی تلوار پڑی ہوئی تھی۔ اُس نے تلوار اُٹھا کر دشمن کے دائیں ہاتھ پر بھرپور وار کیا جس سے وہ کٹ گیا۔ بچّی کی چادر تو چھوٹ گئی، مگر اتنے میں ایک دوسرے دشمن نے اُس پر وار کر دیا جس سے وہ شدید زخمی ہو گئی۔ ایسی حالت میں بھی اُسے اپنے فرض کے ادا کرنے کی دُھن تھی۔ چل نہیں سکتی تھی تو سرَکتے ہوئے ہی بڑی مشکل سے ایک زخمی مجاہد کے پاس پہنچی۔ اُسے پانی پلانا چاہا لیکن چکرا کر گر پڑی اور اللہ کی راہ میں جان دے دی۔

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱۔ پہلی جنگ عظیم سے پہلے لیبیا پر کس کی حکومت تھی؟

۲۔ جب اٹلی نے لیبیا پر حملہ کیا تو وہاں شہر شہر، گاؤں گاؤں کیا نعرے گونجنے لگے؟

۳۔ فاطمہ بنت عبداللہ نے اللہ کی راہ میں کس طرح اپنی جان قربان کی؟

۴۔ لیبیا کی اس عظیم مجاہدہ کی زندگی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

(ب) یہ الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

حکومت - ولولہ - بے جگری - ہراساں - ہنگامہ - مجاہد

(ج) پاکستان کے ایسے پانچ مجاہدوں کے نام لکھیے جنھوں نے وطن کی خاطر اپنی جان قربان کر دی۔

(د) مندرجہ ذیل جملوں پر غور کیجیے:

۱- یہاں بیٹھ جاؤ۔

۲- یہاں نہ بیٹھو۔

آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ پہلے جملے میں کام کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے لیکن دوسرے جملے میں کام نہ کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے۔ چناں چہ "بیٹھ جاؤ" فعل امر ہے اور "نہ بیٹھو" فعل نہی۔

اب آپ مندرجہ ذیل جملوں میں فعلِ امر کو فعلِ نہی میں اور فعلِ نہی کو فعلِ امر میں بدلیں۔

۱- آپ یہ مکان خرید لیں۔

۲- اس شخص کو قرضہ نہ دو۔

۳- باغ میں پودے لگاؤ۔

۴- مسجد کی طرف دیکھو۔

۵- اس جلسے میں شرکت نہ کرو۔

آتش بازی

اصغری سوچ رہی تھی کہ میاں کو انار پٹاخوں سے کس طرح باز رکھوں گی۔ آخر کار اس حکمتِ عملی سے اصغری نے میاں کو سمجھایا کہ بات بھی کہہ دی اور میاں کو ناگوار بھی نہ ہوا۔ محمّد کامل کے سامنے چھیڑ کر محمودہ سے پوچھا۔ "کیوں بُوا! تم نے شب برأت کے واسطے کیا تیّاری کی؟"

محمودہ بولی: "بھائی انار، پٹاخے لائیں گے تو ہم کو بھی دیں گے۔"

ابھی محمّد کامل کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ اصغری نے کہا "بھائی تو ایسی فضول چیز تمھارے واسطے کیوں لانے لگے؟ محمودہ! انار پٹاخوں میں کیا مزا ہوتا ہے؟"

محمودہ۔ "بھائی جان، جب انار پٹاخے چھوٹتے ہیں تو کیسی بہار ہوتی ہے۔"

اصغری۔ "محلے میں سیکڑوں انار چھوٹیں گے، کوٹھے پر سے تم بھی دیکھ لینا۔"

محمودہ۔ "واہ! اور ہم نہ چھوڑیں؟"

اصغری۔ "تم کو ڈر نہیں لگتا۔"

محمودہ۔ "میں اپنے ہاتھ سے تھوڑے ہی چھوڑتی ہوں۔"

اصغری۔ "پھر جس طرح تم نے اپنے انار چھوٹتے دیکھے ویسے ہی

محلّے کے، اور محمودہ سنو! یہ بہت بُرا کھیل ہے۔ اس میں جل جانے کا خوف ہے۔ ایک مرتبہ ہمارے محلّے میں ایک لڑکے کے ہاتھ میں انار پھٹ گیا تھا۔ دونوں آنکھیں پھوٹ کر چوپٹ ہو گئیں۔ اس کو دیکھنا بھی ہے تو دُور سے دیکھو۔ اور ہاں، محمودہ تم اماں جان کا حال دیکھتی ہو، اُداس ہیں یا نہیں۔"

محمودہ۔ "اُداس تو ہیں۔"

اصغری۔ "کبھی تم نے یہ بھی غور کیا کہ کیوں اُداس ہیں؟"

محمودہ۔ "یہ تو معلوم نہیں"۔

اصغری۔ "واہ، اس پر تم کہتی ہو کہ اماں کو بہت چاہتی ہوں۔"

محمودہ۔ "اچھی بھابی جان! اماں کیوں اُداس ہیں؟"

اصغری۔ "خرچ کی تنگی ہے۔ مہاجن قرض نہیں دیتا۔ اِس سوچ میں ہیں کہ اگر محمودہ اناروں کے واسطے ضد کرے گی تو کہاں سے منگا کر دوں گی۔"

محمودہ۔ "تو ہم انار نہیں منگائیں گے"۔

اصغری۔ "شاباش! شاباش! تم بہت ہی اچھی بیٹی ہو"۔

اصغری نے محمودہ کو پیار کیا۔ محمّد کامل چپ بیٹھا ہوا یہ سب باتیں سن رہا تھا۔ چوں کہ بات معقول تھی اس کے دل نے قبول کرلی اور اُسی وقت نیچے اُتر کر ماں کے پاس گیا اور کہا "اماں میں نے سنا تم شب برأت کی سوچ میں بیٹھی ہو تو بی میری فکر نہ کرو۔ مجھ کو انار پٹاخے درکار نہیں اور محمودہ بھی کہتی ہے کہ میں نہیں منگاؤں گی اور ہم دونوں نے توبہ کرلی ہے۔"

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- اصغری، محمدؐ کامل کو کس چیز سے باز رکھنا چاہتی تھی؟

۲- محمدؐ کامل کی ماں کس وجہ سے پریشان تھیں؟

(ب) ذیل کے الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

توبہ - فضول - کھیل - اُداس - خوف

(ج) لفظ بنائیے جیسے "انار" سے "اناروں"۔

۱- قطار سے ________

۲- بیمار سے ________

۳- شہر سے ________

۴- قبر سے ________

(د) پتنگ بازی کے نقصانات پر ایک مکالمہ لکھیے۔

(ہ) نیچے دی ہوئی خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

۱- اس نے بات قبول کر ________

۲- میں نے انار منگا ________

۳- محمودہ نے پٹاخے خرید ________

۴- کیا تم نے کلیاں چُن ________

(لیں - لیے - لی - لیا)

بہادر یار جنگ

آیئے، آج سے تقریباً نِصف صدی پیچھے چلتے ہیں۔ تحریکِ پاکستان اپنے شباب پر ہے۔ بستی بستی، شہر شہر "لے کے رہیں گے پاکستان" کی آواز گُونج رہی ہے۔ اسی دور کی بات ہے، مسلم لیگ کے پرچم تلے ایک عظیم الشان جلسہ ہو رہا ہے۔ وسیع و عریض میدان لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا ہے۔ تاحدِّ نظر سر ہی سر نظر آرہے ہیں۔ لوگ اپنے محبوب رہنما اور قوم کے ایک عظیم شُعلہ بیان خَطیب کی تقریر سننے کے لیے بے تاب ہیں۔ ابھی اس نے تقریر شروع ہی کی تھی کہ بادل گھر آئے اور بونداباندی شروع ہوگئی اور پھر تھوڑی دیر بعد موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ دھیرے دھیرے لوگ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اور جلسہ کچھ درہم بدرہم سا ہونے لگا کہ اتنے میں شیر کی سی دھاڑ کے ساتھ فضا میں ایک آواز گونجی اور لوگ خاموش ہوگئے۔ جو اِدھر اُدھر چلے گئے تھے وہ بھی کُھلے میدان میں آگئے۔ جو چھتریاں کھل گئیں تھیں وہ بند ہوگئیں۔ سر پہ بجلی کڑکتی اور بادل گرجتے رہے۔ تقریر کرنے والا تقریر کرتا رہا اور سننے والے سنتے رہے اور رہ رہ کے اللہُ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی رہیں۔ آخر بارش خود ہی تھک ہار کر تھم گئی۔ یہ تھا تقریر کا اثر، اور یہ تھے برِّصغیر پاک و ہند کے بے مثال مقرّر

اور قائدِ اعظمؒ کے پرستار اور جاں نثار ساتھی نواب بہادر یار جنگ۔

درویش صفت رئیس بہادر یار جنگ برّصغیر کی مشہور ریاست حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ وہ میٹرک کے طالب علم تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ ان کے والد نے جاگیر بھی چھوڑی اور قرضہ بھی۔ نوجوان بہادر خان نے اخراجات میں کمی کی اور جلد ہی سارا قرضہ ادا کر دیا۔

قدرت نے محمدؐ بہادر خان کو قوم کی بھلائی کے لیے پیدا کیا تھا۔ چناں چہ اُنھوں نے مجلسِ تبلیغ اسلام کے نام سے ایک انجمن بنائی۔ ساری ریاست کا دورہ کیا اور جگہ جگہ اسلام کا پیغام پہنچایا۔ آپ کی زبان شیریں تھی اور تقریر میں جادو کا اثر تھا۔ ایک بار حیدر آباد دکن کے حاکم "نظام" خاموشی سے آئے اور اُن کی تقریر سنی۔ تقریر کا ایسا اثر ہوا کہ بے اختیار آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ نظام حیدر آباد نے ان کی قومی خدمات کو سراہتے ہوئے اُنھیں "بہادر یار جنگ" کا خطاب دیا۔

بہادر یار جنگ مسلم لیگ کے عظیم رہنما تھے۔ قائدِ اعظمؒ اُنھیں اپنا دوست اور سچا ہم درد سمجھتے تھے اور قومی معاملات میں ان کی رائے کا بڑا احترام کرتے تھے۔ بہادر یار جنگ مسلم لیگ کے جلسوں میں تقریر کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ جیسے آتش فشاں پہاڑ سے لاوا اُبل رہا ہو۔ مسلم لیگ اور تحریکِ پاکستان کو کامیاب بنانے میں دوسری بہت سی باتوں کے ساتھ ساتھ بہادر یار جنگ کی پُرجوش تقریروں کا بھی بڑا حصّہ ہے۔

بہادر یار جنگ ایک نڈر مجاہد تھے۔ جو کچھ محسوس کرتے، بے خوف

ہو کر کہہ دیتے۔ جہاں کہیں انھیں خرابی نظر آتی، اسے بیان کر دیتے۔
اُنھوں نے حیدر آباد دکن کے ریاستی ماحول کے خلاف بھی بے باکانہ آواز
بلند کی اور غیر ملکی حکمرانوں کو بھی للکارا۔ اس صاف گوئی اور بے باکی کا نتیجہ
یہ ہوا کہ 'نظام' حیدر آباد ان سے ناراض ہو گئے مگر بہادر یار جنگ نے ان
کے حاکمانہ رویّے کی کوئی پروا نہ کی اور اپنے کام میں لگے رہے۔ جب اُنھوں
نے یہ دیکھا کہ خطاب اور جاگیر قومی خدمت کے راستے میں رکاوٹ ہے تو
اُنھوں نے اپنا خطاب اور جاگیر واپس کر دی۔ اس پر لوگوں نے اُنھیں
مبارک باد کے خطوط بھیجے۔ انسان کی عزّت، خطاب اور جاگیر سے نہیں بلکہ
خدمت اور ایثار سے ہوتی ہے۔

بہادر یار جنگ نے بڑی مصروف زندگی گزاری۔ اُنھوں نے مختلف
ریاستون میں رہنے والے مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کیا اور ان میں
بیداری پیدا کی۔ قومی کاموں میں دل کھول کر حصّہ لیا۔ وہ ارادے کے
پکّے، حوصلے کے مضبوط اور سچّے مسلمان تھے۔ جو شخص ان سے ایک دفعہ
مل لیتا، ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ وہ ساری زندگی مسلمانوں کی ترقّی کے لیے
کوشش کرتے رہے۔

بہادر یار جنگ کا انتقال ۲۵/ جون ۱۹۴۴ء کو ہوا۔ انتقال کے وقت اُن
کی عمر صرف انتالیس سال تھی مگر اتنی سی عمر میں وہ ایسے کارنامے انجام
دے گئے جو ان کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- نظام دکن نے محمدؐ بہادر خاں کو بہادر یار جنگ کا خطاب کیوں دیا؟

۲- بہادر یار جنگ کے بارے میں قائد اعظمؒ کے کیا خیالات تھے؟

۳- بہادر یار جنگ کی زندگی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

(ب) "حاکم" کلمہ اسم ہے جس سے کلمہ صفت "حاکمانہ" بنا ہے۔

آپ نیچے دیے ہوئے الفاظ سے اسی طرح صفت بنائیے:

بزدل - مجاہد - جاہل - ظالم - رئیس - بہادر - بے باک

(ج) ذیل کے الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

اصلاح - سیرت - اعتراف - ماحول - خامی

(د) بہادر یار جنگ کی قومی خدمات پر چند جملے لکھیے۔

(ہ) مذکر کے مؤنث اور مؤنث کے مذکر بنائیے:

دھوبی - استاد - ہاتھی - چڑیا - نائی - خادم - بیگم - فقیر - مالی - رانی - خانم

مختار مسعود
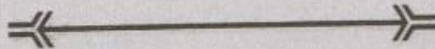
قائد اعظمؒ سے پہلی اور آخری ملاقات

قائدِ اعظمؒ کا انتقال ہوا۔ ان دنوں میں کراچی میں رہتا تھا۔ مدّت کے لحاظ سے اس واقعہ کو چوبیس برس گزر چکے ہیں۔ حالات کے لحاظ سے یہ بات اور زیادہ پُرانی لگتی ہے۔ میں سوچتا ہوں تو بات کل کی معلوم ہوتی ہے۔

کراچی جسے پاکستان کا دارالحکومت بنایا گیا تھا، ایک چھوٹا اور صاف ستھرا سا شہر ہوا کرتا تھا۔ اس شہر کو آج کل کے شہر سے صرف یہ نسبت ہے کہ وہ بھی اسی جگہ آباد تھا۔ اس شہر کے وہ علاقے جہاں ہُو کا عالم ہوا کرتا تھا اور جن کا حق ملکیت بیس پیسے فی گز کے حساب سے ایک پوری صدی کے لیے مل جاتا تھا، آج وہاں کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی اور میونسپل کارپوریشن وہاں موٹر کار روک لینے پر ایک روپیہ فی گھنٹہ ہرجانہ وصول کرتی ہے۔ جب اس شہر کے دن بدلے تو اس کے حصّے میں حکومت اور دولت کے ساتھ ایک ہجوم بھی آیا۔ اگرچہ دارالحکومت بنے ہوئے اسے مشکل سے ایک سال ہوا تھا، مگر ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ہمارے مالک مکان نے عمارت کے ایک ایک حصّے کو علیحٰدہ علیحٰدہ ماہانہ، یومیہ اور گھنٹوں کے حساب سے کرائے پر چڑھایا ہوا تھا۔ ہم تین دوست پاکستان چوک کے ایک فلیٹ کی

نچلی منزل کے ایک کمرے میں رہتے تھے۔ ہمارے کمرے کی دو کھڑکیاں سڑک پر کھلتی تھیں، جن میں لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ مالک مکان کھڑکی کی یہ سلاخیں رات کو کرائے پر اُٹھا دیتا تھا۔ ہم کھڑکی کھول کر سوتے اور رات کو سائیکل رکشا والے اپنی اپنی رکشا ان سلاخوں سے باندھ دیتے تاکہ چوری نہ ہو جائیں۔ منہ اندھیرے وہ آہنی زنجیریں اور تالے کھولتے اور اُن کے شور سے ہماری آنکھ کھل جاتی۔ اخبار والا بھی اسی کھڑکی سے اخبار اندر چارپائی پر ڈال جاتا اور ہم صبح اُٹھتے ہی اخبار پڑھنا شروع کر دیتے۔

اس روز کچھ اور ہی نقشہ تھا۔ صبح آئی مگر خالی ہاتھ اور بہت دیر سے۔ آنکھ کُھلی تو رکشا زنجیروں سے بندھے ہوئے تھے۔ دودھ ڈبل روٹی والا اور صبح کے دوسرے پھیری والے غیر حاضر تھے۔ سڑک سنسان تھی، علی الصباح کی آوازیں خاموش تھیں۔ زندگی اور معمول کے آثار صرف اتنے تھے کہ کھڑکی میں ڈان اخبار رکھا ہوا تھا اور اس میں سیاہ حاشیے کے ساتھ قائدِ اعظمؒ کے انتقال کی خبر درج تھی۔ اب سمجھ میں آیا کہ سنّاٹا کیوں طاری ہے۔ جو شخص بھی جاگا اور اس نے یہ خبر سنی، وہ سکتے میں آگیا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اپنے غم کا اظہار کیسے کریں۔ تھڑی دیر کے بعد جیسے کراچی بھر کے لوگوں کی سمجھ میں بیک وقت ایک ہی بات آئی۔ وہ گھروں سے دیوانہ وار نکلے اور گورنر جنرل ہاؤس کی طرف رُخ کر لیا۔ گورنر جنرل ہاؤس کے باہر

بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ وہاں پورچ میں قائدِ اعظمؒ کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ لوگ قطار اندر قطار وائی ایم سی اے کے بالمقابل دروازے سے داخل ہوتے اور جم خانہ کلب کی جانب گیٹ سے باہر چلے جاتے۔ گھنٹوں بعد میری باری آئی۔ جب لمحہ بھر کے لیے میں ہجوم کے ریلے کے ساتھ پورچ سے گزرا تو دائیں طرف قائدِ اعظمؒ کی میت کفن میں لپٹی ہوئی رکھی تھی۔ ذرا سا چہرہ کھلا تھا اور اسے دیکھنے کے باوجود مجھے قائدِ اعظمؒ کی موت کا یقین نہ آیا۔ یہ چہرہ مجھے ناآشنا سا لگا۔

میں نے قائدِ اعظمؒ کو پہلی بار ۱۹۳۸ء کو دیکھا تھا۔ علی گڑھ کے چھوٹے سے ریلوے اسٹیشن پر ایک چھوٹا سا ہجوم جمع تھا۔ ریل آئی تو اس ہجوم میں ذرا سی ہلچل ہوئی۔ پہلے درجے کے ڈبے سے جو شخص نکلا وہ کسی تکلف یا توقف کے بغیر سیدھا لوگوں کے دِلوں میں اُتر گیا۔ روشن بیضوی چہرہ، چمکدار آنکھیں اور گونجدار آواز، کم گو اور کم آمیز، خاموشی میں باوقار اور گفتگو میں بارعب۔ اِستادگی میں اتنے سیدھے کہ اپنی بلند قامت سے بلند تر اور اپنی پختہ عمر سے کم تر لگتے تھے۔ کوئی شخص ان کی مقناطیسیت سے بچ نہ سکا اور ہر شخص ان کی برتری کا قائل ہو گیا۔

چند ماہ بعد قائدِ اعظمؒ دوبارہ علی گڑھ آئے۔ ابھی قراردادِ پاکستان کے پیش کرنے اور منظور ہونے میں سال بھر پڑا تھا مگر قائدِ اعظمؒ برِّعظیم کے مسلمانوں کے واحد اور سب سے بڑے رہنما تسلیم کیے جا چکے تھے۔ یہ وہ

شب و روز تھے جب قائدِ اعظمؒ کی شہرت اور ان کی جماعت کی مقبولیت کو دن دونی اور رات چوگنی ترقّی نصیب تھی۔ چند ہی مہینوں میں اتنا فرق پڑا کہ سارے شہر اور یونی ورسٹی کے مسلمان ریلوے اسٹیشن پر اُمڈ آئے۔ سب ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی فکر میں تھے۔ بچوں نے بچّہ مسلم لیگ بنا ڈالی۔ نوجوانوں نے گاہے گاہے جان کی قربانی دینی شروع کر دی۔ بوڑھوں نے مسلم لیگ کی رکنیت کے فارم پُر کر دیے۔ آخر پردہ دار عورتیں کیوں پیچھے رہ جاتیں، اُنھوں نے بھی یونین ہال میں قائدِ اعظمؒ کے لیے جلسہ کر ڈالا۔ یونین ہال کی سڑک پر پہلی بار تانگوں کی قطار لگ گئی۔ ان تانگوں پر پلنگ کی سفید چادریں بندھی ہوئی تھیں اور اندر سواریاں برقع پہنے ہوئے تھیں۔ ہال میں ڈائس کے پیچھے چقیں لگی ہوئی تھیں، ان کے پیچھے عورتیں اور لڑکیاں آکر بیٹھ گئیں۔ خواتین کا ایسا جلسہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ پردہ دار عورتوں کا جوش و خروش اور ان کی تعداد دیکھ کر یقین ہو گیا کہ اب مسلم سیاست میں پورا انقلاب آچکا ہے۔ قائدِ اعظمؒ اس بار علی گڑھ کیا آئے کہ لوگ سر سیّد کے خواب کی تعبیر اور اقبالؒ کے اشعار کی تاثیر کا ذکر کرنے لگے۔

جلسہ ختم ہوا تو قائدِ اعظمؒ سبزہ زار میں ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ وہاں بہت سے گروپ فوٹو لیے گئے۔ تصویر کشی ختم ہوئی تو لڑکے لڑکیاں اپنی اپنی آٹو گراف البم لے کر آئے۔ میں بھی ان میں شامل تھا۔ قائدِ اعظمؒ ٹانگ پر ٹانگ

رکھے ہوئے تھے اور آٹو گراف البم اپنے پہلو پر رکھ کر دستخط کر رہے تھے۔ یہ بات شاید اُنھیں ناگوار تھی اور یوں لگتا تھا کہ وہ اُٹھنا چاہتے ہیں۔ مجھے پریشانی ہونے لگی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اُٹھ جائیں اور میں آج ان کے دستخط حاصل نہ کرسکوں۔ یہ دستخط میرے لیے بہت اہم تھے کیوں کہ میں نے پروفیسر ابراہیم شاکیوچن کے دستخط حاصل کرنے کے بعد پہلی بار کسی بڑے آدمی سے اس کے دستخط چاہے تھے۔ کیوچن مجھے اپنے گھر کے صحن میں آرام سے چائے پیتے ہوئے ملے تھے، اس لیے دستخط لینے میں کوئی دِقّت پیش نہ آئی۔ قائدِ اعظمؒ کے چاہنے والے بے شمار تھے اور ہر ایک ان کی توجہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے گھبرا کر البم قائدِ اعظمؒ کے سامنے کردی، وہ ابھی دوسری البم پر دستخط کر رہے تھے۔ ایک رُعب دار آواز آئی Wait۔ تھوڑی دیر بعد خود ہی میرے ہاتھ سے آٹو گراف البم لی اور دستخط کر دیے۔ یہ ۲/ اپریل ۱۹۳۹ء کی بات ہے۔

مشق
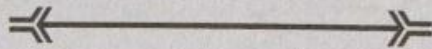
(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱۔ مصنّف نے قدیم اور جدید کراچی کا جو موازنہ کیا ہے، اُسے آپ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

۲۔ جب لوگوں کو قائدِ اعظمؒ کے انتقال کی خبر ملی تو کیا سماں تھا؟

۳۔ مصنف نے قائدِ اعظمؒ کا آخری دیدار کس طرح کیا؟

۴- ۱۹۳۸ء میں جب قائدِ اعظمؒ علی گڑھ آئے، اس وقت کا منظر اور ان کی شخصیت کو مصنف نے کس انداز میں پیش کیا ہے؟ بیان کیجیے۔

۵- جب قائدِ اعظمؒ دوبارہ علی گڑھ آئے تو بچوں، عورتوں اور مردوں نے ان کی کس طرح پذیرائی کی؟

(ب) متضاد بتائیے:

پُرانی - کلی - دور - رات - شہر - خالی - کُھلی - زندگی - سنّاٹا

(ج) مندرجہ ذیل الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے کہ مفہوم واضح ہو جائے:

مدّت، نسبت، ہجوم، مُنہ اندھیرے، علی الصّباح، حاشیے، قطار اندر قطار، یقین، ناآشنا، کم گو، کم آمیز۔

آغا محمدؐ اشرف

فُضول رسمیں

خدا کا کرنا کیا ہوا کہ سردیوں میں بارش بہت زور کی ہوئی اور ہوا بھی بہت ٹھنڈی چلی۔ جمّن کی ماں بڑھیا اور کمزور تو تھی ہی، اُسے نمونیا ہو گیا۔ سیدھا ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اگر آج سے پہلے کوئی عزّت نگر میں بیمار پڑتا تو اس کا علاج تعویذ گنڈے یا جادو کی جھاڑ پھونک سے ہوتا تھا۔ لیکن اب لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ بیماری کے لیے دوا کی ضرورت ہے، جو ڈاکٹر صاحب ہی دے سکتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے جمّن کی ماں کا علاج بہت دھیان سے کیا۔ لیکن جب خدا کا حکم ہو جاتا ہے تو کوئی موت کو ٹال نہیں سکتا۔ دس دن بیمار رہ کر وہ بے چاری مر گئی۔

عزّت نگر میں دوسرے گاؤں کی طرح یہ دستور تھا کہ مرنے جینے کے موقعوں پر بہت سی فضول رسموں پر روپیہ ضائع کیا جاتا تھا۔ جب جمن کی ماں مری تو برادری والوں نے اُس سے بھی کہا کہ اپنی ماں کے مرنے پر بہت دھوم کی دعوت کرے، جس میں ساری برادری جمع ہو اور سب مل کر گھی چاول کھائیں۔ اس وقت جمّن کا ہاتھ تنگ تھا۔ فصل بھی ابھی نہیں اُٹھی تھی، اس لیے اُسے یہی سوجھی کہ زمیندارہ بینک سے روپیا قرض لے لے۔ یہ سوچ کر جمّن سیدھا ڈاکٹر کے پاس پہنچا اور اپنی برادری والوں کے تقاضے

کا سارا حال سنایا۔ ڈاکٹر صاحب نے جمن کی باتیں سن کر کہا: "دیکھو جمّن، تم بُرا مت ماننا، میں تمھارے ہی فائدے کی بات کہہ رہا ہوں۔ تم خود ہی سوچو، ایک تو تمھاری بے چاری ماں مر گئی اور سارا گاؤں تم سے ہی اُلٹی دعوت مانگ رہا ہے۔ یہ کہاں کا دستور ہے۔ برادری والوں کا کیا وہ۔ وہ تو کھا پی، مونچھوں پر تاؤ دے کر چلتے بنیں گے اور اس دعوت کا سارا خرچ تم پر پڑے گا، جس کا قرضہ تمام عمر نہیں اُتار سکو گے۔ میں قرضہ لینے سے نہیں روکتا، لیکن قرضہ ایسے کام کے لیے لو، جس سے تمھیں فائدہ ہو۔ اس دعوت سے تمھیں کیا فائدہ ہوگا۔ صرف چند دن کے لیے برادری میں نام ہو جائے گا اور اس کے بعد لوگ اس بات کو بھول جائیں گے"۔

جمّن نے گردن جھکا دی لیکن اس کے چہرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بہت سوچ میں ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہ بات تاڑ گئے۔ ان کی سمجھ میں ایک نئی بات آگئی۔ انھوں نے جمّن سے کہا کہ کیوں جمن تمھیں یاد ہے کہ جب زمیندارہ بینک ہم نے کھولا تھا تو سب برادری نے مل کر قسم کھائی تھی کہ ساہوکار سے کبھی روپیا قرض نہیں لیں گے۔

جمّن نے جواب دیا: سرکار یاد کیوں نہیں۔ سب سے پہلے میں نے ہی یہ قسم کھائی تھی۔

ڈاکٹر صاحب بولے: "پھر تم روپیا زمیندارہ بینک سے ہی لو گے یا ساہوکار سے؟"

جمن بولا: سرکار اسی لیے تو آیا تھا کہ زمیندارہ بینک سے روپیا قرض

لے لوں۔"

ڈاکٹر صاحب نے کہا: "جمّن! زمیندارہ بینک تمھیں اس فضول رسم کے لیے روپیا قرض نہیں دے سکتا۔ کیوں کہ اس کے قانون میں سب سے پہلے یہ لکھا ہے کہ زمینداروں کو روپیا صرف کھیتی باڑی یا اور ایسے کاموں کے لیے قرض دیا جائے گا، جس سے انھیں فائدے کی اُمید ہو اور بُری رسموں کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں ملے گا۔ بتاؤ اب کیا کہتے ہو؟"

جمّن نے خوش ہو کر کہا "بس سرکار اب میں بچ گیا۔ اب میں برادری سے جا کر کہہ دوں گا کہ روپیا مجھے اس دعوت کے لیے قرض نہیں مل سکتا اور ساہوکار سے لینے کی ہم سب نے قسم کھالی ہے۔"

یہ کہہ کر جمّن خوش خوش اپنے گھر چلا گیا اور سب سے جا کر یہی بات کہہ دی۔ گاؤں کے لوگ کئی دن سے اس دعوت کی اُمید لگائے بیٹھے تھے۔ اب جو سب نے سنا کہ جمّن نے دعوت کرنے سے انکار کر دیا ہے تو سب بہت خفا ہوئے۔ بہت سے لوگوں نے کہا کہ نہ کرنے کے سو بہانے ہیں۔

سو پچاس روپے کے خرچ سے بھاگتا ہے۔ کسی نے کہا یہ پُرانی رسموں کا توڑنا اچھّا نہیں۔ اس کی سزا جمن کو آج نہیں تو کل ضرور ملے گی۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ سب نے ہی تو اس کو بُرا کہا۔ لیکن جمّن پر ڈاکٹر صاحب کی باتوں کا ایسا اثر ہوا تھا کہ اُس نے کسی کی پروا نہیں کی۔ بلکہ بحث مباحثہ سے ہر ایک کو سمجھانا چاہا۔

پُرانی اور بے ہودہ رسموں کے خلاف جمّن کی یہ پہلی لڑائی تھی۔ اگرچہ

اُسے اِس لڑائی میں تکلیف ضرور ہوئی، لیکن آخر کار یہ جیت اِسی کی ہوئی اور سارے گاؤں نے اس کی مثال پر چلنے کا ارادہ کرلیا۔ اب عزّت نگر میں شادی بیاہ یا مرنے جینے کی فضول رسموں پر روپیا خرچ نہیں ہوتا۔ پہلے آئے دن ان فضول باتوں پر ہزاروں روپیا پانی کی طرح بہایا جاتا تھا۔ اب یہی روپیا دوسرے اچھے کاموں میں لگایا جاتا ہے۔

مشق
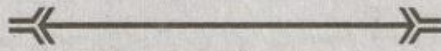
(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱۔ جمّن کے گاؤں میں پہلے بیماروں کا علاج کس طرح کیا جاتا تھا؟

۲۔ ڈاکٹر صاحب کے آنے سے گاؤں والوں کی سوچ میں کیا تبدیلی پیدا ہوئی؟

۳۔ اپنی ماں کے انتقال کے بعد جمّن کس پریشانی میں گرفتار تھا؟

۴۔ ڈاکٹر صاحب نے جمّن کو اس پریشانی سے نکلنے کے لیے کیا مشورہ دیا؟

۵۔ جمّن، ڈاکٹر صاحب کے مشورے پر عمل کرنے میں کیوں پس و پیش کر رہا تھا؟

۶۔ جمّن کو برادری کی غلط رسم سے کس طرح نجات ملی؟

(ب) ذیل کے محاوروں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

موت کو ٹالنا۔ ہاتھ تنگ ہونا۔ گردن جھکا دینا۔ مونچھوں پر تاؤ دینا

(ج) درج ذیل الفاظ کے واحد اپنے سبق میں تلاش کیجیے:

رسوم، احکام، اغراض، فوائد، فرائض، تکالیف
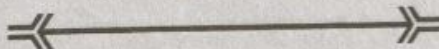
نام دیو۔ مالی

نام دیو مقبرۂ رابعہ سوورانی اورنگ آباد (دکن) کے باغ میں مالی تھا۔ مقبرے کا باغ میری نگرانی میں تھا۔ میرے رہنے کا مکان بھی باغ کے احاطے ہی میں تھا۔ میں نے اپنے بنگلے کے سامنے چمن بنانے کا کام نام دیو کے سُپرد کیا۔ میں اندر کمرے میں کام کرتا رہتا تھا۔ میری میز کے سامنے بڑی سی کھڑکی تھی، اس میں سے چمن صاف نظر آتا تھا۔ لکھتے لکھتے کبھی نظر اُٹھا کر دیکھتا تو نام دیو کو ہمہ تن اپنے کام میں مصروف پاتا۔

اب مجھے اس سے دلچسپی ہونے لگی۔ یہاں تک کہ بعض وقت اپنا کام چھوڑ کر اُسے دیکھا کرتا۔ مگر اسے خبر نہ ہوتی کہ کوئی دیکھ رہا ہے یا س کے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنے کام میں مگن رہتا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ اپنے پودوں اور پیڑوں ہی کو اپنی اولاد سمجھتا تھا اور اولاد کی طرح ان کی پرورش اور نگہداشت کرتا۔ ان کو سرسبز اور شاداب دیکھ کر ایسا ہی خوش ہوتا جیسے ماں اپنے بچّوں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ وہ ایک ایک پودے کے پاس بیٹھتا، ان کو پیار کرتا، جُھک جُھک کر دیکھتا اور ایسا معلوم ہوتا گویا ان سے

چُپکے چُپکے باتیں کر رہا ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑھتے اور پُھولتے پھلتے، اس کا دل بھی بڑھتا اور پُھولتا تھا۔ ان کو توانا اور ٹانٹا دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی۔ کبھی کسی پودے میں اِتّفاق سے کیڑا لگ جاتا یا کوئی اور روگ پیدا ہو جاتا تو اُسے بڑا فکر ہوتا۔ بازار سے دوائیں لاتا، باغ کے داروغہ یا مجھ سے کہہ کر منگاتا۔ دن بھر اسی میں لگا رہتا اور اس پودے کی ایسی سیوا کرتا جیسے کوئی ہم درد اور نیک دل ڈاکٹر اپنے عزیز بیمار کی کرتا ہے۔ ہزار جتن کرتا اور اُسے بچا لیتا اور جب تک وہ تندرست نہ ہو جاتا، اُسے چین نہ آتا۔ اُس کے لگائے ہوئے پودے ہمیشہ پروان چڑھے اور کبھی کوئی پیڑ ضائع نہ ہوا۔

ایک سال بارش بہت کم ہوئی۔ کنوؤں اور باؤلیوں میں پانی برائے نام رہ گیا۔ باغ پر آفت ٹوٹ پڑی۔ بہت سے پودے اور پیڑ تلف ہو گئے۔ جو بچ رہے، وہ ایسے نڈھال اور مُرجھائے ہوئے تھے جیسے دق کے بیمار۔ لیکن نام دیو کا چمن ہرا بھرا تھا اور وہ دُور دُور سے ایک ایک گھڑا پانی کا سر پر اُٹھا کے لاتا اور پودوں کو سینچتا۔ یہ وہ وقت تھا کہ قحط نے لوگوں کے اوسان خطا کر رکھے تھے اور اُنھیں پینے کا پانی مشکل سے میسر آتا تھا۔ مگر یہ خدا کا بندہ کہیں نہ کہیں سے لے ہی آتا اور اپنے پودوں کی پیاس بُجھاتا۔ جب پانی کی قلّت اور بڑھی تو اس نے راتوں کو بھی پانی ڈھو ڈھو کے لانا شروع کیا۔ پانی کیا تھا، یوں سمجھیے کہ آدھا پانی اور آدھی کیچڑ ہوتی تھی۔ لیکن یہی گدلا پانی پودوں

کے حق میں آبِ حیات تھا۔

ایک دن نا معلوم کیا بات ہوئی کہ شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی۔ سب مالی بھاگ کر چھپ گئے۔ نام دیو کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے، وہ اپنے کام میں لگا رہا۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ قضا اس کے سر پر کھیل رہی ہے۔ مکھیوں کا غضب ناک جھلّڑ اس غریب پر ٹوٹ پڑا۔ اتنا کاٹا، اتنا کاٹا کہ بے دم ہو گیا۔ آخر اسی میں جان دے دی۔

مشق
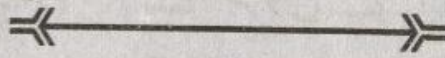
(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱۔ نام دیو مالی کہاں کام کرتا تھا؟

۲۔ وہ پودوں کی دیکھ بھال کس طرح کرتا تھا؟

۳۔ خشک سالی کے دنوں میں اس کا باغ ہرا بھرا کیوں رہا؟

۴۔ نام دیو مالی کی موت کس طرح واقع ہوئی؟

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

مقبرہ۔ مگن۔ شاداب۔ روگ۔ نڈھال۔ قلّت۔ آفت

(ج) ذیل کی اسموں کے مذکّر یا مؤنث بتائیے:

شیر۔ بھُتنی۔ چڑیا۔ مالی۔ چچا۔ بلّی۔ ہرن

علامہ شبلی نعمانی
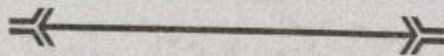
ایک دل چسپ سفر

عدن میں ایک جرمن ہمارے جہاز پر سوار ہوا جو جرمن کے مشہور عجائب خانہ کا ملازم ہے اور مدّت تک ان اطراف میں رہ کر یورپ کو واپس جارہا ہے۔ سیاحی و تجارت کی بدولت وہ متعدّد زبانوں میں بے تکلف بات چیت کر سکتا ہے۔ جب وہ جہاز کے افسروں سے "اٹالین" میں، آرنلڈ سے انگریزی میں، مجھ سے عربی میں گفتگو کرتا تھا تو مجھ کو سخت تعجب اور رشک ہوتا تھا۔ کھانے کی میز پر جب ہم سب جمع ہوتے تھے تو یہی ایک شخص تھا، جو سب کا ترجمان بنتا تھا۔ اس نے عرب وافریقہ کے جنگلوں سے بہت سے عجیب وغریب جانور بہم پہنچائے ہیں۔ ایک بڑے پنجرے میں افریقہ کے بندر تھے، جن کی ہیئت معمولی بندروں سے کچھ الگ تھی۔ ان میں زیادہ تر تعجب انگریز بات یہ تھی کہ جب وہ کسی کو اپنی طرف آتا دیکھ کر غُل مچاتے تھے تو ان کی آواز سے بعض حروف مفہوم ہوتے تھے۔ میں نے اوّلاً خیال کیا کہ ہم لوگ جس طرح مثلاً بلی کی آواز کو میاؤں سے تعبیر کرتے ہیں، یہ بھی اسی قسم کے فرضی الفاظ ہیں۔ لیکن چند بار میں نے غور سے سنا تو صاف صاف "ل" اور "یایا" ک کی آواز محسوس ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص پردے سے سنتا تو ہر گز خیال نہ کر سکتا کہ بندر کی آواز ہے۔ میں

نے مسٹر آرنلڈ سے اس کا ذکر کیا تو اُنھوں نے بھی تصدیق کی۔ غالباً اسی قسم کی مثالوں سے یورپ میں بعض لوگوں کو خیال پیدا ہوا ہے کہ بندر بھی بول سکتے ہیں۔ چناں چہ مشہور ہے کہ ایک صاحب نے مدّت کے تجربے اور تحقیق کے بعد اس زبان کے چند حروف دریافت کیے ہیں۔

عدن سے چوں کہ دل چسپی کے نئے سامان پیدا ہو گئے تھے، اس لیے ہم بڑے لُطف سے سفر کر رہے تھے۔ لیکن دوسرے ہی دن ایک پُر خطر واقعہ پیش آیا جس نے تھوڑی دیر تک مجھ کو سخت پریشان رکھا۔ ۱۰/ مئی کو میں سوتے سے اُٹھا تو ایک ہم سفر نے کہا کہ جہاز کا انجن ٹوٹ گیا۔ میں نے دیکھا تو واقعی کپتان اور جہاز کے ملازم گھبرائے پِھرتے تھے اور اس کی درستی کی تدبیریں کر رہے تھے۔ انجن بالکل بے کار ہو گیا تھا اور جہاز نہایت آہستہ آہستہ ہوا کے سہارے چل رہا تھا۔ میں سخت گھبرایا اور نہایت ناگوار خیالات دل میں آنے لگے۔ اس اِضطراب میں اور کیا کر سکتا تھا۔ دوڑا ہوا مسٹر آرنلڈ کے پاس گیا۔ وہ اس وقت نہایت اطمینان کے ساتھ کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ میں نے اُن سے کہا "آپ کو کچھ خبر بھی ہے؟" بولے "ہاں، انجن ٹوٹ گیا ہے۔" میں نے کہا "آپ کو کچھ اِضطراب نہیں؟ بھلا یہ کتاب دیکھنے کا کیا موقع ہے؟" فرمایا "جہاز کو اگر برباد ہی ہونا ہے تو یہ تھوڑا سا وقت اور بھی قدر کے قابل ہے اور ایسے قابلِ قدر وقت کو رائگاں کرنا بے عقلی ہے۔" ان کے اِستقلال اور جرأت سے مجھ کو بھی

اطمینان ہوا۔ آٹھ گھنٹے کے بعد انجن درست ہوا اور بدستور چلنے لگا۔

مشق
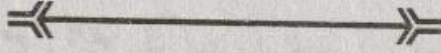
(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱۔ عدن کی بندرگاہ سے جو جرمن سوار ہوا تھا، اُس کی کس خوبی نے علامہ شبلیؒ کو متاثر کیا تھا؟

۲۔ جرمن افریقہ کے جنگلوں سے جو بندر لایا تھا ان میں کیا خصوصیت تھی؟

۳۔ ۱۰/ مئی کی صبح کو جہاز میں کیا واقعہ پیش آیا تھا؟

۴۔ مسٹر آرنلڈ جہاز کے خراب ہونے کے وقت کیا کر رہے تھے؟

۵۔ جہاز کی خرابی کے وقت کتاب پڑھنے کے بارے میں آرنلڈ نے علامہ شبلیؒ سے کیا کہا؟

(ب) ذیل کے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کریں:

عجائب خانہ - بے تکلف - ترجمان - مفہوم - ہم سفر

(ج) جزو "الف" اور جزو "ب" میں سے ہم معنی الفاظ چن کر لکھیے:

(الف) متعدد بار، اضطراب، حیرت، غُل، استقلال، ملازم

(ب) پریشانی، کئی بار، نوکر، ثابت قدمی، تعجب، شور

(د) اس سبق کا خلاصہ اپنے لفظوں میں لکھیے۔

ڈاکٹر اسلم فرّخی
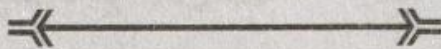
ہم سب ایک ہیں

امّی: کیا ہوا منّی تم سب سے الگ تھلگ کیوں بیٹھی ہو؟

منّی: جی امّی، کچھ نہیں۔ یونہی بیٹھ گئی۔

امّی: کچھ تو ہوا ہوگا۔ آخر کیا بات ہے؟

منّی: (ذرا غصے سے) امّی یہ لوگ سب مجھے ستاتے ہیں۔ دیکھیے مسرور نے میری کتاب پھاڑ ڈالی۔

ارشد: (آتے ہوئے۔ زور سے) کیا ہوا بھئی، کس نے کس کی کتاب پھاڑ ڈالی؟

امّی: کچھ نہیں ارشد میاں، یہ بچّے ہر وقت آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔ تنگ آگئی ہوں روز روز کے جھگڑوں سے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں کیا نہ کروں؟ ہر وقت دانتا کِلکِل ہوتی رہتی ہے۔

ارشد: یہ تو بڑی بُری بات ہے۔ مسرور اور فاطمہ کہاں ہیں؟

امّی: (زور سے) مسرور......... مسرور......... فاطمہ......... ذرا یہاں تو آؤ۔

(مسرور اور فاطمہ آتے ہیں)

مسرور: جی امّی۔

ارشد: بھئی تم لوگوں کو میں نے بلایا ہے، بیٹھ جاؤ۔ منّی تم بھی۔ یہاں

آجاؤ........ اِدھر........ اِس طرف........ ہاں بھئی میں نے سنا ہے تم سب آپس میں لڑتے ہو۔

مسرور: میں تو نہیں لڑتا۔

منّی: تو کیا میں لڑتی ہوں........ ایک تو میری کتاب پھاڑ ڈالی اور دوسرے جُھوٹ بولتے ہو۔

مسرور: اور تم نے جو میرے قلم کانِب توڑ دیا، تو........؟

ارشد: اچھّا بھئی! ذرا خاموش ہو جاؤ۔ ایک بات تو بتاؤ۔ میں نے اس دن تمھیں قائدِ اعظمؒ کے تین اصول بتائے تھے۔ یاد ہیں؟

مسرور: جی ہاں! مجھے یاد ہیں۔ یقین محکم، اِتّحاد اور تنظیم۔

ارشد: ہاں بھئی یاد تو ہیں۔ اچھّا منّی تم بتاؤ اِتّحاد کسے کہتے ہیں؟

منّی: میل جول........

ارشد: ہاں بالکل ٹھیک۔ تو بھئی، پہلی چیز یہ ہے کہ اِتّحاد گھر سے شروع ہوتا ہے۔

منّی: ارشد بھائی وہ کیسے........؟

ارشد: بھئی، دیکھو نا۔ تم، مسرور، امّی اور ابّا سب ایک ہیں۔ ایک گھر میں رہتے ہیں۔ ایک ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہیں۔ ایک ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔ ایک ساتھ گھومنے جاتے ہیں۔ سب ایک ہی تو ہوئے۔

منّی: جی ہاں، سب ایک ہیں۔

ارشد: اچھّا بھئی، اب ذرا گھر سے باہر نکلو۔ کہاں پہنچے اسکول........

اسکول کے سارے طالب علم آپس میں ایک ہوتے ہیں۔ چھوٹے بڑے طالب علم ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ اسکول ہو، کھیل کا میدان ہو، محلہ ہو، شہر ہو، ملک ہو، ہر جگہ آپس میں ایک ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ملک کی ترقّی کے لیے تمام باشندوں کا ایک ہونا ضروری ہے۔

مسرور: ملک کے تمام باشندے؟.........

منّی: مگر ارشد بھائی ملک کے تمام باشندے آپس میں ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ تو بڑی مشکل بات ہے۔

ارشد: نہیں مشکل تو نہیں۔ اصل میں تم نے اس پر غور نہیں کیا۔ ملک کے تمام باشندوں کو اپنے ملک سے محبّت ہوتی ہے نا؟

منّی: جی ہاں، ہوتی ہے.........

ارشد: بس تو پھر مشکل حل ہو گئی۔ ملک کے تمام باشندوں کو اپنے ملک سے محبّت ہوتی ہے۔ سب کے سب اُسے ترقّی دینا چاہتے ہیں۔ مالدار، طاقت ور بنانا چاہتے ہیں۔ اس کا نام روشن کرنا چاہتے ہیں۔ ان سب باتوں کے لیے ملک کے رہنے والوں میں اِتّحاد ضروری ہے۔ جب تک وہ مِل جُل کر کام نہیں کریں گے، ایک دوسرے کی مدد نہیں کریں گے، اُس وقت تک ملک ترقّی نہیں کر سکتا۔

مسرور: ارشد بھائی، یہ تو آپ ٹھیک کہتے ہیں۔

ارشد: اب سے بہت پہلے یونان کا ملک چھوٹے چھوٹے شہروں میں بٹا ہوا تھا۔ ہر شہر کی اپنی حکومت تھی۔ یہ تمام شہر ایک دوسرے سے آپس میں لڑتے رہتے تھے، اس لیے ذرا ذرا سی بات پر لڑائی ہو جایا کرتی تھی۔ ایرانی، یونان والوں کی یہ لڑائیاں دیکھتے رہتے تھے۔ اُنھوں نے اس نااِتّفاقی سے فائدہ اُٹھایا اور یونان کی شہری ریاستوں پر حملے شروع کر دیے۔ یونانیوں نے کوئی پروا نہیں کی۔ رفتہ رفتہ اُن کے ملک پر ایرانیوں کا قبضہ ہونے لگا۔ اب تو وہ بہت گھبرائے۔ آپس کے جھگڑے ختم ہو گئے۔ ساری شہری ریاستوں نے مِل جُل کر ایرانیوں کا مقابلہ کیا اور اُنھیں مار بھگایا۔

منّی: سچ مچ!

ارشد: ہاں، جب سب ایک ہو گئے تو دشمن اُن کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ اِتّحاد اور اِتّفاق میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ جب ملک والے ایک ہو کر کام کرتے ہیں تو وہ ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔ اچھّا ایک بات اور بتاؤں۔

مسرور: ضرور بتایئے۔

ارشد: ساری دُنیا کے انسانوں کو آپس میں ایک ہونا چاہیے۔ جانتے ہو یہ لڑائیاں، جھگڑے، آخر یہ سب کیوں ہوتے ہیں؟ صرف اس لیے کہ ابھی تک دُنیا کے تمام انسان ایک نہیں ہو سکے۔ جب سب ایک ہو جائیں گے تو کوئی جھگڑا نہیں رہے گا۔

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- منّی اور مسرور آپس میں کس بات پر لڑ رہے تھے؟

۲- ارشد نے بچوں کو قائدِ اعظمؒ کے کون سے تین اصول بتائے تھے؟

۳- گھر اور اسکول میں خوش گوار فضا قائم کرنے کے لیے کیا چیز ضروری ہے؟

۴- ایرانیوں کے مقابلے میں یونانیوں کو فتح کس وجہ سے حاصل ہوئی؟

۵- دُنیا میں امن قائم کرنے کے لیے کیا ضروری ہے؟

(ب) ذیل کے الفاظ و محاورات کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

الگ تھلگ - دانتا کِلکِل ہونا - نااِتّفاقی - اِتّفاق

(ج) ذیل کے الفاظ کے ساتھ لا - نا - بے اور غیر لگا کر نئے الفاظ بنائیے:

(مثلاً: جان سے بے جان)

واقف - حاصل - غیرت - حاضر - دین - حد - پردہ - محدود

(د) اِتّحاد کے فوائد پر ایک مضمون لکھیے۔

قومی اور علاقائی زبانیں

آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ انسان کی ایک خوبی یا وصف یہ ہے کہ وہ اپنے خیالات کو زبان کے ذریعے دوسروں تک آسانی سے پہنچا دیتا ہے۔ یہ خوبی کسی اور جاندار میں نہیں۔ دنیا کے مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ جو زبانیں جن جن علاقوں میں بولی جاتی ہیں، وہ وہاں کی علاقائی زبانیں کہلاتی ہیں۔ لیکن ساری زبانیں آپس میں مِل جُل کر ہی ترقّی کر سکتی ہیں۔ کیوں کہ ایک زبان کے لفظ اور خیالات دوسری زبان میں جاتے ہیں اور اُسے فائدہ پہنچاتے ہیں۔ اس طرح زبانیں انسانوں کو بھی ایک دوسرے کے قریب لاتی ہیں۔

ہمارے ملک کی قومی زبان اُردو ہے جو ملک کے ہر حصّے اور ہر خطّے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اس میں علم وادب کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ قومی زبان اُردو کے علاوہ ہمارے ملک میں کچھ اور زبانیں بھی ہیں۔ مثلاً: سندھی، پنجابی، پشتو، ہندکو، بلوچی، کشمیری، گجراتی اور براہوی وغیرہ۔ یہ ہمارے ملک کی علاقائی زبانیں ہیں۔ یہ زبانیں بڑی پُرانی زبانیں ہیں اور عِلم وادب کے اعتبار سے مالدار زبانیں ہیں۔

قومی اور علاقائی زبانوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ یہ سب

ایک دوسرے کو فائدہ پہنچاتی ہیں اور ایک دوسرے کو ترقّی دیتی ہیں۔ قومی زبان وسیع اور توانا ہوگی تو علاقائی زبانیں بھی وسیع اور توانا ہوں گی۔ علاقائی زبانیں ترقّی کریں گی تو قومی زبان بھی ترقّی کرے گی۔ یہ ساری زبانیں ایک دوسرے پر اثر ڈالتی ہیں اور بولنے والوں کی سوچ کو روشن کرتی ہیں۔

قومی زبان اور علاقائی زبانیں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو ترقّی کرتی ہیں۔ ساتھ ساتھ رہتی ہیں۔ مِل جُل کر رہتی ہیں۔ ایک کے فائدے میں دوسرے کا فائدہ۔ جیسے پاکستان کے سارے باشندے پیار محبّت سے مِل جُل کر رہتے ہیں اور مِل جُل کر اپنے وطن کو ترقّی دے رہے ہیں۔

زبانیں انسانوں اور علاقوں سے محبّت کرنا سکھاتی ہیں۔ اُن کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہیں۔ ملک کے باشندوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔

کسی ملک یا علاقے کو پوری طرح سمجھنا ہو تو وہاں کی زبان سے واقفیت ضروری ہوتی ہے۔ لوگوں کی عادتیں، مزاج، رہن سہن کے طریقے، خیالات، رسم و رواج سب زبان ہی کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں۔ زبان آتی ہو تو کسی بھی علاقے کے حالات اور رہن سہن کو سمجھنا بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے ملک کی قومی زبان کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ علاقائی زبانیں بھی سیکھیں۔ اس طرح ہم اپنے وطن

پاکستان کو بہتر طریقے پر سمجھ سکتے ہیں اور ہماری قومی یک جہتی بھی اسی طرح مستحکم ہو سکتی ہے۔

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- انسان کی وہ خوبی کیا ہے جو دوسرے جانداروں میں نہیں؟

۲- قومی اور علاقائی زبانوں کے باہمی ربط سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

۳- کسی علاقے کی معاشرت کو پورے طور سمجھنے کے لیے اس علاقے کی زبان کو جاننا کیوں ضروری ہوتا ہے؟

۴- ہمارے لیے یہ کیوں ضروری ہے کہ ہم قومی زبان کے ساتھ ساتھ اپنی علاقائی زبانیں بھی سیکھیں؟

(ب) ذیل کے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

وصف، خطّہ، وسیع، توانا، رسم ورواج، مستحکم، مزاج۔

(ج) یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ کام کرنے والے کو فاعل اور جس پر کام کیا گیا ہو اسے مفعول کہتے ہیں۔ مثلاً قتل کرنے والے کو قاتل اور جسے قتل کیا گیا ہو اس کو مقتول کہا جاتا ہے۔ "قاتل" فاعل ہے اور "مقتول" مفعول۔

اب آپ مندرجہ ذیل اسمِ فاعل کے اسمِ مفعول اور اسمِ مفعول کے اسمِ فاعل بنائیے:

ظالم - مجبور - عاشق - حامد - مسجود - عابد - قاسم - مکتوب - حاکم - مرقوم۔

شہیدِ ملّت

وہ ۱۶/ اکتوبر ۱۹۵۱ء کی خوشگوار سہ پہر تھی۔ راولپنڈی کے کمپنی باغ میں ہزاروں آدمی جمع تھے۔ وہ اپنے محبوب رہنما اور وزیرِاعظم لیاقت علی خان کی تقریر سننے کے لیے آئے تھے۔

لیاقت علی خان تقریر کرنے کے لیے اُٹھے تو فضا "پاکستان زندہ باد" "قائدِاعظم زندہ باد" اور "قائدِ ملّت زندہ باد" کے نعروں سے گونج اُٹھی۔ لیاقت علی خان مسکراتے ہوئے آگے بڑھے۔ ابھی اُنھوں نے "برادرانِ ملّت" ہی کہا تھا کہ پستول کی گولی آکر اُن کے سینے میں لگی اور وہ اسٹیج پر گر گئے۔ زندگی سے موت کی وادی کی طرف بڑھتے ہوئے قائدِ ملّت نے کلمہ طیّبہ پڑھا اور کہا "خدا پاکستان کی حفاظت کرے"۔ یہ اُن کے آخری الفاظ تھے۔ قاتل کی گولی نے قائدِ ملّت کو "شہیدِ ملّت" بنا دیا۔ شہید ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ نے لیاقت علی خان کو یہ بلند مرتبہ عطا کر دیا۔

شہیدِ ملّت لیاقت علی خان صرف پاکستان کے وزیرِ اعظم نہیں تھے، بلکہ وہ قائدِاعظم محمّد علی جناحؒ کے بعد تحریکِ پاکستان کے سب سے بڑے رہنما تھے۔ اُنھوں نے پاکستان کا پیغام برِّصغیر کے ہر حصّے تک پہنچایا۔ اُنھوں نے رات کی نیند اور دن کا آرام مسلمان قوم کے لیے قربان کر دیا۔ وہ اُن

لوگوں میں سے تھے جو یہ نہیں سوچتے کہ اس کام سے مجھے کیا ملے گا۔ وہ یہ سوچتے تھے کہ میں قوم کو کیا دے سکتا ہوں۔

لیاقت علی خان، آل انڈیا مسلم لیگ کے جنرل سیکریٹری تھے۔ اُنھوں نے ۱۹۳۶ء کے بعد مسلم لیگ کی نئے سرے سے تنظیم کی۔ عام لوگ جو مسلم لیگ میں شامل نہیں تھے، مسلم لیگ میں شریک ہوتے گئے۔ یوں مسلم لیگ، مسلمانوں کی نمائندہ جماعت بن گئی۔

پاکستان بننے کے بعد لیاقت علی خان وزیرِ اعظم بن گئے۔ اُنھوں نے اس زمانے میں بڑی محنت سے کام کیا۔ سرکاری خزانہ خالی تھا، دفتروں میں قلم کاغذ نہ تھا۔ ایسے حالات میں قائدِ اعظمؒ کے بعد لیاقت علی خان ہی نے لوگوں میں حوصلہ پیدا کیا۔ قائدِ اعظمؒ نے کہا "لیاقت علی خان میرے دستِ راست ہیں"۔ ہم تو جانتے ہی ہیں کہ ہمارا سیدھا ہاتھ ہی ہمارے سب سے زیادہ کام کرتا ہے۔

کراچی میں لیاقت علی خان شہید نے ایک بار کہا "جب پاکستان کو خون کی ضرورت پڑے گی تو سب سے پہلے لیاقت اپنا خون پیش کرے گا۔" اُنھوں نے جو کچھ کہا وہ کر دکھایا۔

شہیدِ ملّت بے حد ایمان دار انسان تھے۔ جب وہ شہید ہوئے تو بینک میں اُنھوں نے صرف چند سو روپے چھوڑے۔ وہ نواب زادہ تھے۔ پاکستان آئے تو سب کچھ پاکستان اور مسلمان قوم کے لیے ہندوستان میں چھوڑ آئے۔

شہیدِ ملت نے چھپن سال کی عمر پائی۔ وہ یکم اکتوبر ۱۸۹۵ء میں کرنال میں پیدا ہوئے اور ۱۶/ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو شہید ہو گئے۔ اُنھیں کراچی میں قائدِ اعظمؒ کے مزار کے احاطے میں دفن کیا گیا۔

زندگی کی قدر و قیمت کا حساب اس سے نہیں لگایا جاتا کہ کون کتنے سال جیا۔ بلکہ یہ کہ کس نے اپنی زندگی میں کیسے کام کیے۔ شہیدِ مِلّت نے ایسی زندگی گزاری اور ایسی موت پائی کہ پاکستانی قوم ہمیشہ اُنھیں یاد رکھے گی۔

مشق
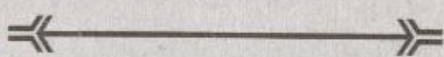
(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱۔ شہیدِ مِلّت لیاقت علی خان کب اور کہاں شہید ہوئے؟

۲۔ تحریکِ پاکستان میں شہیدِ مِلّت کی کیا اہم خدمات ہیں؟

۳۔ انھوں نے کراچی کے ایک جلسۂ عام میں قوم سے کیا کہا تھا؟

۴۔ شہادت کے وقت اُن کی زبان پر آخری الفاظ کیا تھے؟

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

خوش گوار۔ فضا۔ بلند۔ تحریک۔ مرحوم۔ راست

(ج) مذکّر کے مؤنث اور مؤنث کے مذکّر بنائیے:

برادر۔ فقیر۔ بیگم۔ خان۔ استاد۔ نائی۔ ممانی۔ گائے

(د) مندرجہ ذیل جملوں پر غور کیجیے:

۱- یہ مکان بڑا ہے۔

۲- یہ میز بڑی ہے۔

۳- یہ مکانات بڑے ہیں۔

۴- یہ میزیں بڑی ہیں۔

اب آپ ذیل کے جملوں میں خالی جگہوں کو نیچے دیے ہوئے مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

۱- یہ سڑک بہت ________ ہے۔

۲- زیادہ ________ ہونا صحت کے لیے اچھّا نہیں۔

۳- اس باغ کے تمام درخت بہت ________ ہیں۔

۴- ________ مچھلیاں ________ مچھلیوں کو کھا جاتی ہیں۔

۵- افریقہ میں بہت ________ جنگلات ہیں۔

(گھنے - بڑی - اونچے - چھوٹی - موٹا - چوڑی)
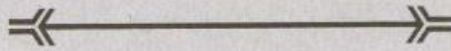
آب دوز کشتی

جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، آب دوز ایسی کشتی کو کہتے ہیں جو ضرورت کے وقت پانی میں غوطہ مار سکے۔ یہ کشتی لڑائی کے زمانے میں دشمن کے بحری جہاز غرق کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اب بہت لمبی آبدوزیں بننے لگی ہیں، جن میں درجنوں آدمی آرام سے رہ سکتے ہیں اور اُنھیں کسی قسم کی کوئی دِقت محسوس نہیں ہوگی۔ اگر یہ کشتی پانی کی سطح پر دشمن کے جہاز پر حملہ کرے تو ظاہر ہے دشمن اُسے پہلے ہی تباہ کردے گا۔ اس لیے وہ آہستہ آہستہ پانی کے اندر اندر چل کر دشمن کے جہاز کے نیچے پہنچتی ہے اور وہاں سے اس پر تارپیڈو بم چلاتی ہے جس سے جہاز کے نچلے حصے میں سوراخ ہو جاتا ہے اور وہ ڈوب جاتا ہے۔

آب دوز میں بے شمار آلے اور پُرزے لگائے جاتے ہیں۔ یہ سائنس اور انجنیئرنگ کا ایک نادر شاہ کار ہے۔ مختلف پُرزوں کے ذریعے کشتی کو کسی بھی سمت موڑا جا سکتا ہے، سطح پر لایا جا سکتا ہے اور بہت زیادہ گہرائی تک نیچے اُتارا جا سکتا ہے۔ کشتی کا وزن کم زیادہ کرنے کے لیے اس کے ٹینک سے مدد لی جاتی ہے جسے "بلاسٹ ٹینک" کہتے ہیں۔ اگر کشتی نیچے لے جانی ہو تو اس ٹینک میں سمندر کا پانی داخل کر دیا جاتا ہے، تاکہ وہ بھاری ہو جائے اور

اگر اُسے اُوپر لانا ہو تو اندر رہی اندر یہ پانی باہر نکال دیا جاتا ہے اور وہ ہلکی ہو کر تیرنے لگتی ہے۔

سمندر میں بالکل اندھیرا رہتا ہے، اس لیے آب دوز کشتی میں روشنی کرنے کے لیے برقی بیٹریاں استعمال کی جاتی ہیں۔ جب کشتی پانی کے اندر ہوتی ہے تو سارے عملے کی زندگی کا دارومدار انھی بیٹریوں پر ہوتا ہے، اُنھیں ہر وقت تازہ اور تیّار رکھا جاتا ہے۔

عملے کی دوسری ضرورت ہَوا ہے۔ پانی کے اندر وہ اُس وقت تک سانس نہیں لے سکتے جب تک آکسیجن کا ذخیرہ ساتھ نہ ہو۔ یہ ذخیرہ رفتہ رفتہ ختم ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ چند گھنٹوں کے بعد آب دوز سطحِ پر نمودار ہو۔ سطحِ سمندر پر اُبھرنے کے بعد بیٹریاں چارج کی جاتی ہیں، عملے کے لوگ کھلی ہوا میں سانس لیتے ہیں اور آئندہ چند گھنٹوں کے لیے آکسیجن جمع کرتے ہیں۔ لڑائی کے زمانے میں یہ آب دوز بالعموم رات کے وقت سطحِ سمندر پر اُبھرتی ہے۔ بحری جہازوں کے علاوہ اُسے دشمن کے ہوائی جہازوں سے بھی خطرہ لاحق ہوتا ہے، جو سمندر پر اُڑتے رہتے ہیں اور تاک میں رہتے ہیں کہ کب آب دوز اُوپر آئے اور کب وہ اس پر بم برسائیں۔

آب دوز کے ملاحوں، افسروں اور کپتانوں کے لیے الگ الگ آرام دہ کمرے ہوتے ہیں۔ سونے کے لیے خاص قسم کے پلنگ ہوتے ہیں جو

کمرے میں ٹنگے ہوتے ہیں۔ اُنھیں ضرورت کے وقت نیچے کرلیا جاتا ہے۔ اس میں کچھ سرد خانے اور گودام بھی ہوتے ہیں جن میں کھانے پینے کی چیزیں ذخیرہ کی جاتی ہیں۔ ایک کمرے میں وائرلیس کا ساز وسامان ہوتا ہے، جس کے ذریعے کپتان اپنے ملک سے رابطہ قائم کر سکتا ہے اور ضرورت کے وقت مدد بھی طلب کر سکتا ہے۔

آب دوز میں ایسے آلات بھی ہوتے ہیں جن کے ذریعے باہر کی خفیف سے خفیف آوازیں بھی سنی جا سکتی ہیں۔ اُن کی مدد سے سطح سمندر پر چلنے والے دشمن کے بحری جہاز کے انجنوں اور پنکھوں کی آواز آسانی سے سن لی جاتی ہے اور اسے تباہ کرنے کی تدبیر کی جاتی ہے۔ اب ایٹمی آب دوزیں بھی تیّار ہو چکی ہیں، جن کے لیے بھاری ایندھن کی ضرورت نہیں پڑتی۔ وہ مسلسل کئی کئی ہفتے سمندر کے اندر رہ سکتی ہیں۔

مشق
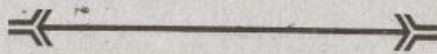
(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- آب دوز کشتی کس قسم کی کشتی کو کہتے ہیں؟

۲- یہ دشمن کے جہاز پر کس طرح حملہ کرتی ہے؟

۳- آب دوز کشتی میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے لیے آکسیجن کس طرح حاصل کی جاتی ہے؟

(ب) نیچے دیے ہوئے الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

ذخیرہ-دار و مدار-رابطہ-خفیف-غوطہ

(ج) مناسب الفاظ سے خالی جگہوں کو بھریے:

۱- آب دوز کشتی سائنس کا ایک نادر ________ ہے۔

۲- کشتی کا وزن کم کرنے کے لیے اس کے ٹینک سے مدد لی جاتی ہے جسے ________ کہتے ہیں۔

(د) پڑھنا-کھانا-چلنا-دیکھنا وغیرہ مصدر کہلاتے ہیں۔

اب آپ مندرجہ ذیل جملوں پر غور کیجیے:

۱- اس نے کتاب پڑھی۔ (فعل ماضی)

۲- وہ کتاب پڑھتا ہے۔ (فعل حال)

۳- وہ کتاب پڑھے گا۔ (فعل مستقبل)

۴- ممکن ہے وہ کتاب پڑھے۔ (فعل مضارع)

اب آپ ذیل کے مصادر سے ماضی، حال، مستقبل اور مضارع کے صیغے بنائیے:

اُڑنا-پکڑنا-خریدنا-دوڑنا-لکھنا-بیٹھنا-بولنا

(ہ) ہماری زندگی کو بہت سی سائنسی ایجادوں نے آسان اور خوب صورت بنا دیا ہے۔ ان میں سے کم سے کم تین ایجادوں کے نام اور ان کے فائدے مختصر طور پر لکھیے۔

مرزا غالب کی باتیں

مرزا غالب کے نام سے کون واقف نہیں۔ لوگ اُنھیں پیار سے چچا غالب بھی کہتے ہیں۔ بڑے باغ و بہار قسم کے انسان تھے اور اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ شاعری کی، تو ایسی کہ اُن کا ثانی آج تک دُنیا میں پیدا نہ ہو سکا۔ نثر لکھی، تو ایسی کہ اُردو نثر کا مزاج ہی بدل کر رکھ دیا۔ اُن کے خطوط اُٹھا کر پڑھیے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا دو آدمی آمنے سامنے بیٹھے بے تکلّفی سے باتیں کر رہے ہیں۔ نہ لمبے چوڑے القاب، نہ آداب اور نہ بیجا تکلّفات۔ سادگی میں پُرکاری بس اُن ہی کا کمال ہے۔ حالاں کہ ان کی زندگی اِفلاس و تنگ دستی اور آلام و مصائب میں گزری لیکن اُن کی شگفتہ مزاجی اور زندہ دلی میں کبھی فرق نہ آیا اور اُنھوں نے اپنی وضعداری، اپنے وقار اور اپنی خودداری کو کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ وہ ہماری قومی تہذیب کا ایک زندہ نمونہ تھے۔

یوں تو وہ آگرے میں پیدا ہوئے تھے لیکن اپنی نوجوانی ہی میں وہ دلّی آگئے تھے اور پھر وہ یہاں آکر یہیں کے ہو گئے۔ سلطنت مُغلیہ کا چراغ گُل ہوا، لال قلعہ ویران ہوا، دلّی اُجڑی، بڑے بڑے نجیب اور شریف شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ لیکن غالب اپنی جگہ جمے رہے۔ دلّی اُن کا دل تھی اور وہ دلّی کا دل۔ وہ دلّی کے جس مکان میں رہتے تھے، اس کی حالت ایسی تھی کہ بقول اُن کے "مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے"۔ آخر عمر میں

ایک طرف فکرِ معاش نے اور دوسری طرف اُن کی مسلسل بیماری نے اُنھیں نڈھال کر دیا تھا، لیکن اس عالَم میں بھی وہ لطافت کے دریا بہاتے اور ظرافت کے پھول کھلاتے رہے۔ تحریر ہو یا تقریر، وہ بات میں بات پیدا کرتے اور نئے نئے پہلو نکالتے تھے۔ ایک طرف ان کی فکر سے آسمان جگمگاتا اور دوسری طرف اُن کی زندہ دلّی سے زمین مسکراتی تھی۔ وہ بلا کے ذہین اور غضب کے حاضر دماغ انسان تھے۔ آیئے، ان کی لطافت اور ظرافت کے چند نمونے دیکھیں۔

(۱)

مرزا کے ایک دوست تھے سیّد سردار مرزا۔ ایک دن وہ شام کو مرزا سے ملنے آئے۔ جب تھوڑی دیر ٹھہر کر وہ جانے لگے تو مرزا خود اپنے ہاتھ میں شمعدان لے کر کِھسکتے ہوئے لبِ فرش تک آئے تاکہ وہ روشنی میں جوتا دیکھ کر پہن لیں۔ اُنھوں نے کہا۔ "قبلہ وکعبہ! آپ نے کیوں تکلیف فرمائی؟ میں اپنا جوتا آپ پہن لیتا۔" مرزا کی رگِ ظرافت پھڑکی۔ اُنھوں نے کہا "میں آپ کا جوتا دکھانے کو شمع دان نہیں لایا، بلکہ اس لیے لایا ہوں کہ کہیں آپ میرا جوتا نہ پہن جائیں۔"

(۲)

والیٔ رامپور نواب یوسف علی خان، مرزا پر بڑے مہربان تھے۔ مرزا کے لیے ایک سو روپے ماہوار کا وظیفہ باندھ دیا تھا، اُنھیں تاحیات ملتا رہا۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو مرزا تعزیّت کے لیے رامپور پہنچے۔ نواب کلب علی خان نے

بڑی تعظیم وتوقیر کے ساتھ اپنے پاس ٹھہرایا۔ چند روز کے بعد کسی کام سے نواب صاحب کا لفٹیننٹ گورنر سے ملنے بریلی جانا ہوا۔ ان کی روانگی کے وقت مرزا بھی موجود تھے۔ نواب صاحب نے معمول کے طور پر مرزا سے کہا "خدا کے سُپرد"۔ مرزا نے یہ سنا تو فوراً کہا: "حضرت! خدا نے تو مجھے آپ کے سُپرد کیا ہے، آپ پھر اُلٹا مجھ کو خدا کے سُپرد کرتے ہیں۔"

(۳)

مرزا کے خاص خاص شاگرد اور دوست جن سے نہایت بے تکلفی تھی، اکثر شام کو اُن کے پاس جاکر بیٹھتے تھے اور مرزا اس وقت بہت پُر تکلف باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک روز میر مہدی مجرؔوح بیٹھے تھے اور مرزا پلنگ پر پڑے ہوئے کراہ رہے تھے۔ میر مہدی مجرؔوح پاؤں دابنے لگے۔ مرزا نے کہا۔ "بھئی، تو سیّد زادہ ہے۔ مجھے کیوں گنہگار کرتا ہے؟" اُنھوں نے نہ مانا اور کہا۔ "آپ کو ایسا ہی خیال ہے تو پیر دابنے کی اُجرت دے دیجیے گا۔" مرزا نے کہا "ہاں! اس کا کوئی مضائقہ نہیں"۔ جب وہ پیر داب چکے تو اُنھوں نے اُجرت طلب کی۔ اب ذرا مرزا کو دیکھیے۔ فرمانے لگے "بھیا! کیسی اُجرت؟ تم نے میرے پاؤں دابے، میں نے تمھارے پیسے دابے۔ حساب برابر ہوا۔"

(۴)

مرزا کو آم بے حد مرغوب تھے۔ حکیم رضی الدین خان، مرزا کے نہایت عزیز دوست تھے۔ ان کو آم نہیں بھاتے تھے۔ ایک دن وہ مرزا کے

مکان پر برآمدے میں بیٹھے تھے اور مرزا بھی وہاں موجود تھے۔ ایک گدھے والا اپنا گدھا لیے ہوئے گلی سے گزرا۔ آم کے چھلکے پڑے تھے۔ گدھے نے سونگھ کر چھوڑ دیے۔ حکیم صاحب نے کہا- "دیکھیے آم ایسی چیز ہے کہ گدھا بھی نہیں کھاتا"۔ مرزا نے کہا "بے شک، گدھا نہیں کھاتا"۔

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- مرزا غالؔب کی شخصیت میں کیا خوبیاں تھیں؟

۲- مرزا غالؔب کے خطوط کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں؟

۳- مرزا غالؔب کی زندہ دلی اور حاضر دماغی کے کوئی دو واقعات بیان کیجیے۔

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

ثانی- تکلف- وضعداری- لطافت- تعظیم- توقیر- اُجرت

(ج) خالی جگہیں مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

(دریا- انجمن- پھول- بے تکلفی- طلب)

۱- مرزا غالؔب اپنی ذات میں ایک ________ تھے۔

۲- وہ لطافت کے ______ بہاتے اور ظرافت کے ______ کِھلاتے تھے۔

۳- میر مہدی مجروح سے اُن کی بڑی ________ تھی۔

۴- اُنھوں نے مرزا غالؔب سے اُجرت ________ کی۔

(د) "وسیلہ" واحد ہے اس کی جمع "وسائل"۔ آپ غور کریں کہ یہ جمع چند حروف کے ردّوبدل سے کس طرح بنائی گئی ہے۔ اب آپ اسی طرح مندرجہ ذیل واحد کی جمع بنائیے:

قرینہ- رسالہ- قبیلہ- مدینہ- حقیقت- ذریعہ- فضیلت- وظیفہ۔

رشید احمد صدیقی

شیخ نیازی

کچھ دن ہوئے میری ملاقات شیخ نیازی سے ہوئی۔ ایسی حالت میں کہ اُن کی آنکھیں تھیں لیکن کسی کو پہچان نہیں سکتے تھے۔ کان تھے لیکن کسی کی سنتے نہ تھے۔ زبان تھی لیکن بول نہیں سکتے۔ ناک تھی لیکن خوشبو میں اور بدبو میں فرق نہ کر پاتے تھے۔ ہاتھ پاؤں تھے لیکن چل پھر نہیں سکتے تھے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے بھی ان سے دوستی ایسی ہوئی کہ ان کے بغیر مجھے چین نہیں۔ گو اب تک یہ نہ معلوم ہو سکا نہ یہ بات کبھی ذہن میں آئی کہ خود شیخ صاحب کا میرے بارے میں کیا خیال تھا۔

شیخ صاحب کو کھانے پینے کا بڑا شوق ہے۔ اگر روک تھام نہ کی جائے تو یہ کھانے پر کبھی ترس نہ کھائیں اس لیے اُن کو بے تک اور بے تکان کھانے پینے سے باز رکھا جاتا ہے۔ کوئی اور ہو تو اس سلوک سے اس درجہ ناراض ہو کہ تمام عمر میرا منہ نہ دیکھے۔ لیکن شیخ ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی پروا نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ دُنیا میں ہر چیز کھانے پینے کے لیے بنائی گئی ہے چاہے وہ مار پیٹ ہی کیوں نہ ہو۔

شیخ کی شکل و صورت بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ تربوز جیسا سر، ہونٹ موٹے موٹے جیسے تنوّری روٹی کے کنارے، ناک چھوٹی، گاجر کی مانند،

دہانہ ایسا کہ مسکرائیں بھی تو باچھیں کانوں تک پہنچ جائیں اور رونے میں اسے کھول دیں تو خاصا بڑا ٹماٹر منہ میں آجائے۔ آواز ایسی پاٹ دار کہ ایک ہی نعرے میں چرند، پرند تک چونک پڑیں اور اِدھر اُدھر دُبکنے لگیں۔ لمبے چوڑے زیادہ، نہ سردی کی خوشی نہ گرمی کا غم۔ آنکھیں نڈر اور بہت بڑی۔ ایک بار ایک صاحب نے بہت قریب سے ٹارچ کی روشنی ڈالی۔ شیخ آنکھ تو کیا جھپکاتے ٹارچ کی طرف اس طرح دیکھتے رہے گویا وہ بھی کھانے کی کوئی چیز تھی لیکن ذرا دُور تھی۔

شیخ صاحب کو اچھا پہننے اوڑھنے کا بالکل شوق نہیں۔ اکثر دوسرے بھائیوں کا کپڑا اُلٹا سیدھا پہنا دیا جاتا ہے تو اسی میں مگن رہتے ہیں۔ لوگ چڑاتے یا طعنہ دیتے ہیں کہ فلاں بھائی یا بہن کی اُترن ہے تو اُن کی سمجھ میں نہیں آتا۔ کہتے ہیں "اُترن کیا؟ یہ تو صدری ہے۔ خود امّاں بی نے پہنائی ہے۔"

عمر کے ساتھ شیخ صاحب کی عقل اور لمبائی چوڑائی بھی بڑھ گئی ہے۔ آواز اور زیادہ پاٹ دار ہو گئی ہے۔ ابھی یہ اتنا لکھ پڑھ نہیں پائے ہیں کہ اُن کے بارے میں جو کچھ لکھا جاتا ہے اسے خود پڑھ سکیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ میں نے ان کی جو باتیں اِدھر اُدھر لکھیں، اُس کو اُن کے بہن بھائی کچھ اس طرح نمک مرچ لگا کر سُناتے ہیں کہ یہ جامے سے باہر ہو جاتے ہیں۔

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱۔ شیخ نیازی کا حلیہ بیان کیجیے۔

۲۔ شیخ صاحب کو کس بات کا بہت شوق تھا؟

۳۔ عمر کے ساتھ شیخ صاحب کی عقل میں کیا فرق آیا؟

۴۔ جب کوئی شیخ صاحب کو اُترن پہننے کا طعنہ دیتا تو وہ کیا کہتے تھے؟

(ب) مندرجہ ذیل لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

خوش بو ۔ بدبو ۔ فرق ۔ ذہن ۔ روک تھام ۔ بے تکان ۔ پروا ۔ طعنہ

(ج) مناسب الفاظ سے جملے مکمل کیجیے:

۱۔ شیخ صاحب کی آنکھیں تھیں لیکن کسی کو ________ نہیں سکتے تھے۔

۲۔ ان کے کان تھے لیکن وہ ________ نہیں سکتے تھے۔

۳۔ ان کی زبان تھی لیکن وہ ________ نہیں سکتے تھے۔

۴۔ شیخ صاحب کو ________ کا شوق بالکل نہیں تھا۔

(د) رشید صاحب نے کتنے مزے میں شیخ نیازی کا ذکر کیا ہے؟ آپ بھی کسی بچے کا حال لکھیے۔

(ہ) ذیل کے الفاظ کا املا درست کیجیے:

تعنہ ۔ بلکل ۔ ناراز ۔ زائقہ ۔ ہُلیہ

مولوی عبد الحق کا خط مسلم کے نام

پیارے مُسلم! تمھارا ننھا منّا خط پہنچا جسے پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ ماشاءاللہ! اب تو تم خوب پڑھنے لکھنے لگے ہو۔ ہاں یو تو بتاؤ کہ تم "مُسلم جنگ"[1] کب سے ہو گئے۔ اگر تم شوق سے پڑھو گے تو بڑے ہو کر سچ مچ کے مُسلم جنگ ہو جاؤ گے۔

میں نے تمھارا یہ خط رکھ لیا ہے۔ جب تم بڑے ہو کر اپنے ابّا جان کی طرح لائق اور ڈاکٹر ہو جاؤ گے تو اس وقت تمھیں یہ خط دِکھاؤں گا اور پوچھوں گا کہ بھئی مُسلم! دیکھنا یہ خط کس کا ہے۔ پہچانتے ہو یا نہیں۔ یہ نواب مُسلم جنگ بہادر کون ہیں؟

اب یہ لکھو تم کون سی کتاب پڑھ رہے ہو۔ جواب آنے پر تمھیں کہانیوں کی کتاب بھیجوں گا۔ اچھّا ایک بات بتاؤ۔ ڈھاکہ اچھّا ہے یا حیدر آباد؟ دیکھو کسی سے پوچھ کر نہ لکھنا، جو تمھارے دل کی بات ہو وہ لکھنا۔

تمھارا چاہنے والا
عبد الحق

---

[1] پہلے سرکاری خطاب میں جنگ کا لفظ بھی ہوتا تھا جیسے سالار جنگ۔

خواجہ حسن نظامی

بیٹی کے نام

حورا خانم، ذرا لینا۔ اس خط کو جلدی سے پڑھ لو۔ پھر تم کو کھیل سے فرصت نہ ملے گی اور میں اپنے کام میں لگ جاؤں گا۔ بیٹی! اگر میں یہ سنوں کہ تم نے لکھنا ناغہ نہیں کیا توجِی کیسا باغ باغ ہو۔ مگر یہ امید کہاں ہے۔ جب تک میں تقاضا نہ کروں تو تم خیال کرتی ہو۔ میری حورو! پڑھو تو اپنے شوق سے پڑھو۔ لکھو تو اپنے شوق سے لکھو۔ اب تم بارہ برس کی ہوئیں۔ وہ وقت قریب آیا کہ تم پرائے گھر کی بنو گی۔ کچھ لیاقت نہ ہوئی تو ناک کٹ جائے گی۔ لوگ کیا کہیں گے۔ لکھنے پڑھنے والے باپ کی اکلوتی بیٹی اور قابلیت خاک نہیں۔ میرا کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔ جِی تمھارا جلے گا، اس واسطے جہاں تک ہوسکے، ہر وقت سینے پرونے، کھانے پکانے، لکھنے پڑھنے میں دھیان رکھو۔ کھیل تماشے کا زمانہ ختم ہوا، اب اور وقت آرہا ہے۔

اری بنّو! سمجھ تو سہی، میں نے کہا، اس میں میری غرض کچھ نہیں ہے۔ جو ہے تیرے ہی فائدے کی بات ہے۔ سب کو آداب وسلام، دعا پیار۔

حسن نظامی

مشق
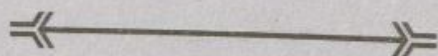
(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- مولوی عبدالحق نے مُسلم کو اپنے خط میں کیا نصیحت کی؟

۲- خواجہ حسن نظامی نے بیٹی کو لکھنے پڑھنے کے بارے میں کیا نصیحت کی ہے؟

۳- خواجہ صاحب نے بیٹی کو لکھنے پڑھنے کے علاوہ اور کون کون سے کام کرنے کی نصیحت کی؟

(ب) اسم فاعل سے اسم مفعول بنائیے۔ (مثلاً: قاتل سے مقتول)

حاکم - ظالم - جابر - شاہد - ناظم - حامد - کاتب - ساجد - خادم - طالب - عامل

(ج) آپ اپنے کسی دوست کو ایک دل چسپ خط لکھیے۔

حصّۂ نظم

حفیظ جالندھری

حمد

اے دو جہاں کے والی[1] اے گلشنوں کے مالی
ہر چیز سے ہے ظاہر حکمت تری نرالی
تیرے ہی فیض[2] سے ہے سرسبز[3] ڈالی ڈالی
پتوں میں تیری سبزی پھولوں میں تیری لالی
یہ سلسلہ جہاں کا دُنیا کے گلستاں[4] کا
پُھولوں بھری زمیں کا تاروں کا آسماں کا
سارا ہے کام تیرا پیارا ہے نام تیرا

اے دو جہاں کے والی
اے گلشنوں کے مالی

یہ خاک، آگ، پانی ہے تیری ہی نشانی
ہر دم ہوا کے لب[5] پر ہے تیری ہی کہانی
اونچے پہاڑ چپ ہیں دیکھی تیری نشانی
ہے دم[6] قدم سے تیرے دریاؤں میں روانی
سارا ہے کام تیرا پیارا ہے نام تیرا

اے دو جہاں کے والی
اے گلشنوں کے مالی

---

[1] مالک ۲-کرم-مہربانی ۳-ہری بھری ۴-باغ ۵-ہونٹ ۶-وجہ سے

مشق

(الف) جس نظم میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جاتی ہے، اُسے حمد کہتے ہیں۔
جس نظم میں اللہ سے دعا مانگی جاتی ہے، اُسے مناجات کہتے ہیں۔
جس نظم میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کی جاتی ہے، اُسے نعت کہتے ہیں۔
جس نظم میں کسی بزرگِ دین کی تعریف کی جاتی ہے، اُسے منقبت کہتے ہیں۔
اب آپ خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

۱- ہمارے شعراء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں اچھّی اچھّی ________ لکھی ہیں۔
۲- تم نے حضرت معین الدین چشتیؒ کی شان میں بہت اچھّی ______ پڑھی۔
۳- اقبالؔ کی نظم "یارب دلِ مُسلم کو وہ زندہ تمنا دے" ایک ________ ہے۔
۴- حفیظ جالندھری کی نظم "اے گلشنوں کے مالی" ایک ________ ہے۔

(حمد - نعت - منقبت - مناجات)

(ب) "والی" اور "مالی" ایک جیسی آواز والے لفظ ہیں۔ اسی طرح "نشانی" اور "روانی" بھی ہم آواز الفاظ ہیں۔ آپ بھی مندرجہ ذیل الفاظ کے ہم آواز الفاظ لکھیے:

خزانہ - خدائی - قرینہ - قاتل - انداز - تلوار - ادب

(ج) حمد "اے گلشنوں کے مالی" کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

بہزاؔد لکھنوی

نعت

مدینے کے ماہِ کمال اللہ اللہ
ہر اِک شے میں عکسِ جمال اللہ اللہ

مثال آپ ﷺ کی دونوں عالم میں کیا ہو
کہ ہر بات ہے بے مثال اللہ اللہ

نظر میں مدینہ ہے دل میں مدینہ
بڑے لُطف کا ہے یہ حال اللہ اللہ

ہر اِک شے میں پاتا ہوں رنگِ محبّت
ہے طیبہ کا جب سے خیال اللہ اللہ

طفیلِ محمّد ﷺ جو مانگیں دعائیں
تو پُورا ہوا ہر سوال اللہ اللہ

درود وسلام اُس شہِ دوسرا ﷺ پر
جو ہے آپ اپنی مثال اللہ اللہ

میں بہزاؔد ہوں مستِ یادِ محمّد ﷺ
مُقدّر نے بخشا یہ حال اللہ اللہ
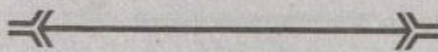
مشق

(الف) "ماہ اور کمال" کو ملا کر مرکب اضافی "ماہِ کمال" بنا ہے۔ اسی طرح آپ حصّہ "الف" اور حصّہ "ب" سے مناسب الفاظ چُن کر مرکب اضافی بنایئے:

حصّہ الف	حصّہ ب	حصّہ ج
۱- عشق	صحرا	
۲- شاہ	خلق	
۳- خدمت	مدینہ	
۴- موسم	رسول	
۵- ریگ	بہار	

(ب) نیچے دیے ہوئے الفاظ کو صحیح ترتیب دے کر جملے بنایئے:

۱- بندوں-اپنے-اللہ-کرم-کرتا-پر-ہے۔

۲- مکّہ-ہوئے-ہمارے پیارے نبی ﷺ-میں-پیدا

۳- قرآن مجید-ہے-کتاب-آخری-کی-اللہ

(ج) ہم معنی الفاظ کے جوڑے بنایئے:

حصّہ الف	حصّہ ب
۱- لُطف	غم
۲- ملال	آرزو
۳- تمنّا	کرم
۴- عکس	دُنیا
۵- عالم	پرچھائیں

(د) اس نعت کو زبانی یاد کیجیے۔

غزلیں

خواجہ میر دردؔ

مِرا جی ہے جب تک تری جُستجو ہے
زباں جب تلک ہے یہی گُفتگو ہے

تمنّا ہے تیری اگر ہے تمنّا
تری آرزو ہے اگر آرزو ہے

کیا سیر ہم نے جو گلزارِ دنیا
گلِ دوستی میں عجَب رنگ وبُو ہے

نظر میرے دل کی پڑی دردؔ کس پر
جدھر دیکھتا ہوں وہی رُوبرُو ہے

مرزا غالبؔ

ابنِ مریم ہُوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

بات پر واں زبان کٹتی ہے
وہ کہیں اور سُنا کرے کوئی

نہ سُنو، گر بُرا کہے کوئی
نہ کہو، گر بُرا کرے کوئی

روک لو، گر غلط چلے کوئی
بخش دو، گر خطا کرے کوئی

مشق

(الف) مندرجہ ذیل اشعار کا مطلب لکھیے:

۱- مِرا جی ہے جب تک تری جُستجو ہے
زباں جب تلک ہے یہی گفتگو ہے

۲- ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

(ب) ذیل کے الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

جستجو-دُکھ-رنگ وبو-خطا

(ج) صحیح جواب کا انتخاب کیجیے:

۱- ابنِ مریم سے مراد ہیں:

(الف) حضرت موسیٰ علیہ السلام

(ب) حضرت آدم علیہ السلام

(ج) حضرت عیسیٰ علیہ السلام

۲- دُنیا کو گلزار اس لیے کہا گیا ہے کہ:

(الف) دُنیا میں پُھول کھلتے ہیں

(ب) دُنیا فانی ہے

(ج) دُنیا خوب صورت ہے

نظمیں

علامہ شبلی نعمانی

اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی

اِفلاس سے تھا سیّدۂ[1] پاک رضی اللہ عنہا کا یہ حال
گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا
گھِس گھِس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں
چکّی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
اَٹ جاتا تھا لباسِ مبارک غُبار میں
جھاڑو کا مشغلہ بھی کہ جو صُبح وشام تھا
آخر گئیں جنابِ رسولؐ خدا کے پاس
یہ بھی کچھ اِتّفاق کہ وہ اِذنِ عام تھا
محَرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرَض
واپس گئیں کہ پاسِ حیا کا مقام تھا
پھر جو گئیں دوبارہ تو پُوچھا حُضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
"کل کس لیے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا؟"

---

[1] علامہ شبلی نعمانی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو "سیّدۂ پاک" کہا ہے کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خواتینِ جنّت کی سردار (سیّدہ) کہا ہے۔

غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ مُنہ سے کہہ سکیں

حیدرؓ نے ان کا مُنہ سے کہا جو پیام تھا

اِرشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن

جن کا کہ صُفّہ[1] نبوی ﷺ میں قیام تھا

میں ان کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنُوز

ہر چند اس میں خاص مجُھے اِہتمام تھا

جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گزرتی ہیں

میں اُن کا ذمے دار ہوں میرا یہ کام تھا

کچھ تم سے بھی زیادہ مقدّم ہے اُن کا حق

جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا

خاموش ہو کے سیّدۂ پاکؓ رہ گئیں

جراٰت نہ کرسکیں کہ اَدب کا مقام تھا

یُوں کی ہے اہلِ بیتِ مُطہرؓ نے زندگی

یہ ماجرائے دُخترِ خیرُ الاَنام ﷺ تھا

[1] "صفہ" چبوترے کو کہتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان غریب صحابہؓ کے لیے ایک چبوترہ مسجدِ نبوی ﷺ میں بنوایا تھا جن کے لیے کھانے پینے کا بندوبست سب لوگ مل جل کر کرتے تھے اور یہ لوگ تعلیمِ دین میں ہر وقت مصروف رہتے تھے۔

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- حضرت فاطمۃ الزہرا کے گھر کا کیا حال تھا؟

۲- حضرت علی کَرَم اللہ وُجہہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا بتایا؟

۳- رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا فرمایا؟

۴- حضرت فاطمۃ الزہراء نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جواب سُن کر کیا کیا؟

۵- اس نظم سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

افلاس - چکّی - غُبار - مشغلہ - اِتّفاق - مقام - غیرت - فارغ - اہتمام

(ج) اس نظم میں بیان کیے گئے واقعے کو اپنے الفاظ میں لکھیے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ

اِک دن رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحابؓ سے کہا

دَیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار

ارشاد سُن کے، فرطِ طَرَب سے عمرؓ اُٹھے

اُس روز اُن کے پاس تھے درہم کئی ہزار

دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور

بڑھ کر رکھے گا آج قدم میرا راہوار

لائے غرض کہ مال رسولِ امیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس

اِیثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار

پُوچھا حُضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے عمرؓ!

اے وُہ کہ جوشِ حق سے ترے دل کو ہے قرار!

رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟

مُسلم ہے اپنے خویش واقارب کا حق گذار

کی عرض نصف مال ہے فرزند وزن کا حق

باقی جو ہے وہ ملّتِ بیضا پہ ہے نثار

اتنے میں وہ رفیقِ نبوتؓ بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبّت ہے اُستوار

لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سَرِشت
ہر چیز، جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار

بولے حُضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وُہ عشق و محبّت کا رازدار

پروانے کو چراغ ہے بُلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بس

مشق
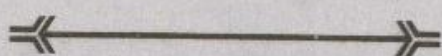
(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱۔ ایک دن رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ سے کیا فرمایا؟

۲۔ اِرشادِ نبوی سن کر حضرت عمرؓ نے کیا کیا اور دِل میں کیا سوچا؟

۳۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کیا کیا؟

۴۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے کیا پوچھا؟

۵۔ حضرت صدیقؓ نے کیا جواب دیا؟

۶۔ اس نظم سے ہمیں کیا سبق حاصل ہوتا ہے؟

(ب) آپ نے اس نظم میں دیکھا کہ مالدار، ہزار، راہوار وغیرہ ایک جیسی آواز والے الفاظ ہیں۔ ہم ان کو "ہم قافیہ" الفاظ کہتے ہیں۔ آپ مندرجہ ذیل میں سے ہم قافیہ الفاظ کے جوڑے بنایئے:

مال۔ رسول۔ قدم۔ عالم۔ آج۔ جوش۔ احوال۔ کرم۔ قبول۔ اکرم۔ ہوش۔تاج

(ج) مندرجہ ذیل جملوں کے آگے "صحیح" یا "غلط" لکھیے:

۱۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا "نصف مال فرزندوں کا حق ہے۔"

۲۔ حضرت عمرؓ کے پاس اس روز کئی ہزار درہم تھے۔

۳۔ مِلّتِ بیضا سے مراد مُسلمان ہیں۔

۴۔ اِیثار کے لیے صرف زبانی اقرار کافی ہے۔

(د) "عِلم" واحد ہے۔ اس کی جمع "عُلوم" ہے۔ آپ بھی اسی طرح ذیل کے لفظوں کی جمع بنایئے:

سطر۔نجم۔فن۔بحر۔قبر۔درس۔شیخ۔امر
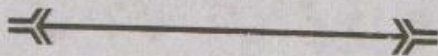
پہاڑ اور گلہری

کوئی پہاڑ یہ کہتا تھا اک گلہری سے
تجھے ہو شرم تو پانی میں جا کے ڈوب مرے
ذرا سی چیز ہے، اس پر غرور! کیا کہنا!
یہ عقل اور یہ سمجھ، یہ شعور! کیا کہنا!
تِری بساط ہے کیا میری شان کے آگے
زمیں ہے پست مری آن بان کے آگے
جو بات مُجھ میں ہے، تجھ کو وہ ہے نصیب کہاں
بھلا پہاڑ کہاں، جانور غریب کہاں
کہا یہ سُن کے گلہری نے، منہ سنبھال ذرا
یہ کچّی باتیں ہیں دل سے اُنھیں نکال ذرا
جو میں بڑی نہیں تیری طرح تو کیا پروا
نہیں ہے تو بھی تو آخر مری طرح چھوٹا
ہر ایک چیز سے پیدا خدا کی قدرت ہے
کوئی بڑا، کوئی چھوٹا، یہ اُس کی حکمت ہے
بڑا جہان میں تجھ کو بنا دیا اُس نے
مجھے درخت پہ چڑھنا سِکھا دیا اُس نے

قدم اُٹھانے کی طاقت نہیں ذرا تجھ میں
نِری بڑائی ہے، خوبی ہے اور کیا تجھ میں؟
جو تُو بڑا ہے تو مجھ سا ہنر دکھا مُجھ کو
یہ چھالیا ہی ذرا توڑ کر دکھا مُجھ کو
نہیں ہے چیز نِکمّی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

مشق
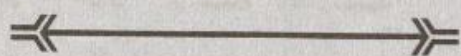
(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- پہاڑ نے گلہری سے کیا بات کہی؟

۲- گلہری نے پہاڑ کو کیا جواب دیا؟

۳- پہاڑ اور گلہری کے مکالمے کو نثر میں لکھیے۔

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

غرور - غریب - خوبی - ہُنر - نِکمّی

(ج) دوا کی جمع بنانے کے لیے ہم دوا میں "ئیں" کا اضافہ کر دیتے ہیں تو لفظ "دوائیں" بن جاتا ہے۔ اسی طریقے سے آپ حسبِ ذیل الفاظ کی جمع بنائیے:

گھٹا - خطا - جفا - بلا - صدا

آمدِ بہار

گھٹا اُودی اُودی سی چھا گئی
بہارِ چمن رنگ پر آگئی
پروں کو اِدھر مور تولے ہوئے
گھٹائیں اُدھر بال کھولے ہوئے
وہ کویل عجب "نے" بجاتی ہوئی
پپیہوں سے تانیں لڑاتی ہوئی
ہوا دوش پر شال ڈالے ہوئے
گھٹاؤں کے آنچل سنبھالے ہوئے
گھٹا میں وہ بگلوں کی ہر سُو قطار
کہ ظُلمت میں آبِ حیات آشکار
یہ کہسار میں راہ چھوٹی ہوئی
سڑک سنگِ مرمر کی کُوٹی ہوئی
زمین وفلک پر ہے مستی کا شور
گرجتے ہی بادل کے چِلّائے مور

مشق

(الف) حصّہ "الف" کے الفاظ کے معنی حصّہ "ب" میں تلاش کیجیے:

حصّہ الف	حصّہ ب
چمّن	اندھیرا
دوش	آسمان
ظُلمت	کاندھا
آشکار	ظاہر
فلک	باغ

(ب) نظم کو پڑھیے اور اس کی روشنی میں ذیل کے جملوں کے سامنے "صحیح" یا "غلط" لکھیے:

۱- یہ نظم موسمِ بہار کے ختم ہونے کا منظر پیش کرتی ہے۔

۲- بادلوں میں بگلوں کی قطار ایسی معلوم ہوتی ہے گویا دودھ کی نہر بہہ رہی ہو۔

۳- کویل پپیہوں کی تانوں کی نقل اُتار رہی ہے۔

۴- بارش کی وجہ سے مور سہمے ہوئے ہیں۔

(ج) نظم "آمدِ بہار" کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیے۔

مولانا الطاف حسین حالی

محنت کی برکات

مَشقّت کی ذِلّت جنھوں نے اُٹھائی
جہاں میں ملی اُن کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اُس کے ہرگز نہ پائی
فضیلت، نہ عزّت، نہ فرماں روائی

نِہال اِس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اُوپر چڑھے ہیں

بشَر کو ہے لازم کہ ہِمّت نہ ہارے
جہاں تک ہو کام آپ اپنے سنوارے
خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے
کہ ہیں عارضی زور، کمزور سارے

اڑے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو
سدا اپنی گاڑی کو خود آپ ہانکو

تمھی اپنی مشکل کو آساں کرو گے
تمھی دَرد کا اپنے درماں کرو گے
تمھی اپنی منزل کا ساماں کرو گے
کرو گے تمھی کچھ اگر یاں کرو گے

چھپا دستِ ہِمّت میں زورِ قضا ہے
مثَل ہے کہ ہِمّت کا حامی خدا ہے

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- محنت مشقت کرنا کیوں ضروری ہے؟

۲- جو لوگ ہمت ہار جاتے ہیں ان کا کیا حال ہوتا ہے؟

۳- ہمیں خدا کے علاوہ کسی اور پر بھروسا کیوں نہیں کرنا چاہیے؟

۴- انسان اپنی مشکلات کس طرح آسان کرتا ہے؟

(ب) مندرجہ ذیل الفاظ کے سامنے اس کے متضاد لکھیے:

عزت-آسان-اوپر-دائیں-کمزور-عارضی

(ج) محنت کی عظمت پر دس جملے لکھیے۔

(د) نہال اس گلستان میں جتنے بڑھے ہیں

ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

اس شعر میں "بڑھے" اور "چڑھے" ہم قافیہ الفاظ ہیں۔

آپ بھی درج ذیل الفاظ کے دو دو ہم قافیہ لفظ لکھیے:

شام ______ ______

زور ______ ______

ہارے ______ ______

ساقی جاوید

پاک وطن، اے پاک وطن

پاک وطن، اے پاک وطن، اے پاک وطن، ہم جاگے
اب قدم بڑھیں گے آگے

شوق ہماری راہ کی مشعل، عزم ہمارا رہبر
پانی بن کر بہہ جائیں گے راہ کے سارے پتّھر
پاک وطن، اے پاک وطن، اے پاک وطن، ہم جاگے
اب قدم بڑھیں گے آگے

مہکی شوق کی اک اک وادی، جاگی دل کی جوتی
پھوٹ رہے ہیں ان ماتھوں سے مستقبل کے موتی
پاک وطن، اے پاک وطن، اے پاک وطن، ہم جاگے
اب قدم بڑھیں گے آگے

جب تک ہیں یہ ہاتھ سلامت، رہے گی محنت جاری
جنگ لڑے گا غُربت سے اب دیس کا اِک اِک ہاری
پاک وطن، اے پاک وطن، اے پاک وطن، ہم جاگے
اب قدم بڑھیں گے آگے

چاند بنے گا اِک اِک ماتھا، سورج اِک اِک سینہ
آج سے اِک اِک لمحہ ہوگا، روشنیوں کا زینہ
پاک وطن، اے پاک وطن، اے پاک وطن، ہم جاگے
اب قدم بڑھیں گے آگے

مشق

(الف) مندرجہ ذیل الفاظ کے سامنے تین تین ہم قافیہ الفاظ لکھیے:

مثال: سونا	رونا	دھونا	کھونا
پاک	____	____	____
وطن	____	____	____
جاری	____	____	____
موتی	____	____	____

(ب) نظم میں سے وہ مصرعے چنیے جو حسبِ ذیل مفہوم پیش کرتے ہوں:

۱۔ تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔
۲۔ محنت کرنے سے مستقبل روشن ہو جاتا ہے۔
۳۔ ہمارے کسان محنت کر کے افلاس کو مٹا سکتے ہیں۔
۴۔ ہمارے دلوں میں محنت کرنے کی لگن روشنی بن کر سما گئی ہے۔

(ج) مندرجہ ذیل الفاظ کے سامنے ان کے متضاد لکھیے:
ماضی - روشنی - جنگ - آگے - جاگنا - غُربَت

(د) ذیل کے الفاظ میں سے کون سے لفظ مذکّر ہیں اور کون سے مؤنث؟
مشعل - وادی - ماتھا - غربت - دیس

رُباعیاں

میر انیسؔ

دُنیا کا عجب کارخانہ دیکھا
کس کس کا نہ یاں ہم نے زمانہ دیکھا
رہتا تھا سروں پہ جن کے چترِ زریں
تُربت پہ نہ ان کی شامیانہ دیکھا

مولانا الطاف حسین حالیؔ

موسیٰؑ نے یہ کی عرض کہ اے بارے خدا!
مقبول ترا کون ہے بندوں میں سوا
ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہے
جو لے سکے اور لے نہ بدی کا بدلا[1]

امجد حیدر آبادی

کم ظرف اگر دولت و زر پاتا ہے
مانند حباب اُبھر کے اِتراتا ہے
کرتے ہیں ذرا سی بات پر فخر خَسیس
تِنکا تھوڑی ہوا سے اُڑ جاتا ہے

---

[1] یہ قافیہ کی مجبوری کی وجہ سے "بدلہ" کے بجائے "بدلا" لکھا ہے۔

مشق

(الف) نیچے دیے ہوئے سوالات کے جوابات لکھیے:

۱- امجد حیدر آبادی کی رباعی میں کم ظرف سے کیا مراد ہے؟

۲- میر انیس نے دنیا کو عبرت کا مقام کیوں کہا ہے؟

۳- حالی کے خیال میں اللہ کا سب سے مقبول بندہ کون ہے؟

(ب) ان جملوں کے سامنے "صحیح" یا "غلط" لکھیے:

۱- انسان اس اعتبار سے ادنیٰ ہے کہ وہ عقل، ہنر اور تمیز میں دوسری مخلوق سے کم تر ہے؟

۲- کم ظرف دولت پا کر اتراتا ہے۔

(ج) ان الفاظ کی مدد سے جملے بنائیے:

مقبول-سوا-ارشاد-دشوار-تمیز-ادنیٰ

(د) ان الفاظ میں کون سے مذکّر ہیں اور کون سے مؤنث؟

تنکا-حباب-تمیز-دولت-بدی
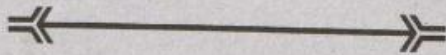
فرہنگ

ابنِ مریم	حضرت مریم کے بیٹے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اُترن	کسی کے پہن کے اُتارے ہوئے کپڑے
اِبتدائے کار	کام کی ابتدا
آبِ حیات	زندگی کا پانی۔ روایت ہے کہ ایک چشمہ ایسا ہے جس کا پانی پینے سے انسان ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ یہ چشمہ انسانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہے۔ اس کے پانی کو آبِ حیات کہتے ہیں۔
اِذنِ عام	عام اجازت
اِستقلال	مضبوطی
اُستوار	مضبوط۔ پائدار
اِضطراب	بے چینی
اَطراف	طرف کی جمع
اَقارِب	قریب کی جمع۔ رشتے دار
اَمانت	حفاظت میں لی ہوئی چیز
آن	شان۔ عزّت۔ وقار
آن بان	شان و شوکت
آہنی زنجیریں	لوہے کی زنجیریں
اِیذائیں	تکلیفیں
باشندے	رہنے والے
بِساط	فرش۔ سامان۔ ہموار زمین
بود و باش	رہن سہن

بھڑکانا	کسی کے بارے میں غلط بات کہہ کر کسی شخص کو غصّہ دلوانا
بے جگری	بے خوفی
بے باکی	کسی خوف کے بغیر
بَیضوی چہرہ	انڈے کی شکل کا گول چہرہ
پُختہ عمر	پکّی عمر - بڑھاپا
پَرورِش	پالنا
پست	نیچا
پہلو	طرف
تابع	حکم ماننے والا
تاڑ گئے	سمجھ گئے
تَعصّب	کسی وجہ کے بغیر کسی شخص یا چیزوں کی طرف داری کرنا۔ جانب داری - بے جا طرف داری
تَقلید	نقل
تکلّف	بناوٹ
تلف	ضایع
توانا	طاقتور
تَوَقّف	ٹھہرنا
تیمارداری	بیمار کی دیکھ بھال
ٹانٹا	تندرست
جانشین	کسی کی جگہ بیٹھنے والا
جدوجہد	کوشش
جُزو	حصّہ

جھاڑ پھونک	علاج کے لیے دُعائیں پڑھ پڑھ کر پھونکنا
جَھلّڑ	جتھا- گروہ- جھنڈ
جَوتی	چمک-روشنی
جمال	خوب صورتی
چوپٹ	چاروں دروازے کُھلے ہوئے- کُھلا ہوا
حباب	بُلبُلہ
حُصول	حاصل کرنا
حقِّ ملکیت	مالکانہ حقوق
حِکمَت	دانائی- عقلمندی
خَصائل	عادتیں- خصلت کی جمع
خَطیب	خطبہ دینے والا- تقریر کرنے والا
خیرُالاَنامؐ	انسانوں کے لیے بھلائی یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہستی
خَسِیس	کنجوس- گھٹیا
دِفاع	بچاؤ
دَھن	دولت
دِیدہ دانستہ	جان بوجھ کر
ذِلّت	بے عزّتی
راز	چھپی ہوئی بات
راہوار	گھوڑا- تیز قدم
رائِگاں	ضایع
رکنیت	رکن ہونا
رُوبرُو	سامنے

ریوڑ	گلّہ
ساجھی	حصّہ دار
سُلوک	برتاؤ
سیوا	خدمت
شباب	جوانی
شُعلہ بیان	جس کی گفتگو میں تیزی ہو-جوشیلی تقریر کرنے والا
صحابہؓ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھی
صُفّۂ نبوی	مسجد نبوی کا وہ چبوترا جہاں نادار صحابہؓ رہتے تھے
عزم	ارادہ
عَیال	بال بچّے
غافِل	بھولنے والا
غَضب ناک	بہت زیادہ غصے میں
فَرمان	حکم
فرماں روائی	حکومت
فَرطِ طَرَب	انتہائی خوشی
فضیلت	بزرگی
قِلّت	کمی
کھچا کھچ	بہت زیادہ
کم گو	کم بولنے والا
کم آمیز	کم ملنے والا
کم ظَرف	کم حوصلہ
گاہے گاہے	کبھی کبھی

گشت	پھیرا-دَورہ
للکار	نعرہ-وہ آواز جس سے رعب پڑے
مُتعصّب	تَعصّب کرنے والا
مستحکم	مضبوط
مُشقّت	محنت
مُطہّر	پاک
مَعقُول	سمجھ دار-پسندیدہ-مناسب
مگَن	خوش
مُلک گِیری	ملک فتح کرنا
ملتِ بیضا	روشن قوم-مراد مسلمان قوم
مَہاجَن	بڑا آدمی-ساہوکار-تاجر
نامزَد	کسی کام کے لیے کسی شخص کا نام لکھنا
نِگہداشت	خبر گیری
نِہال	پودا-خوش حال-کامیاب
وَلوَلہ	اُمنگ
وَسیع و عریض	پھیلی ہوئی اور چوڑی
ہم جنس	ایک جنس کے
ہمہ تَن	پورے جسم سے
ہُنوز	اب تک
ہِیئت	صورت-شکل
یک جہتی	ایک ہونا
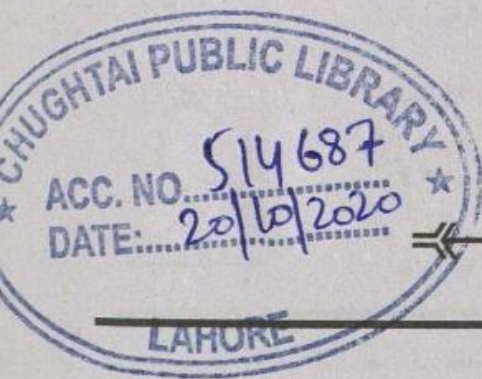
تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو
منظور شدہ: وفاقی وزارتِ تعلیم (شعبۂ نصاب)، اسلام آباد
نصابی کتاب برائے مدارس صُوبۂ سندھ

قومی ترانہ

پاک سر زمین شاد باد   کشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان   ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سر زمین کا نظام   قوّتِ اُخوّتِ عوام
قوم، مُلک، سلطنت   پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پرچم ستارہ و ہلال   رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی، شانِ حال   جانِ استقبال
سایۂ خُدائے ذُوالجلال

سلسلہ وار نمبر

سالِ اشاعت	اشاعت	تعداد	قیمت
۲۰۲۰	اوّل	112,455	مفت